بخدمت جناب میر محمد اسحٰق صاحب ناظر ضیافت
دار الانوار - قادیان
Qadian

رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۲۹۶

ھُوَ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَہٗ بِالۡہُدٰی وَ دِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡہِرَہٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّہٖ

ایڈیٹر میر قاسم علی احمدی!

فاروق
قادیان

تاریخہائے اشاعت ہر انگریزی ماہ کی ۷ - ۱۴ - ۲۱ - ۲۸ -

شرح چندہ
سرپرستان - صاحبِ توفیق - عام - طلباء - ششماہی
۱۰/ - ۵ - ۴/ - ۳/ - ۲ / ع /
انڈیا سے باہر [illegible]

جلد ۲۱ | قادیان دارالامان مورخہ ۲۸ رمضان المبارک ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۴/۱۷ دسمبر ۱۹۳۶ء | نمبر ۳۳/۳۴

INDIA POSTAGE
THREE PIES
17 DEC

سلسلہ کی خبریں!

(۱) سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی صحت ۱۳ دسمبر کی ڈاکٹری رپورٹ ہے۔ کہ بفضلہ تعالیٰ پہلے کی نسبت ترقی پر ہے۔ احباب کامل صحت کی دعا کریں۔

(۲) حضرت ام المؤمنین مدظلہا کے لئے صحت اور درازی عمر کیلئے خاص طور پر دعا کی جائے کیونکہ بوجہ ضعف پیرانہ سالی صحت اچھی نہیں رہتی۔

(۳) درخواست دعا:- خاکسار ایڈیٹر فاروق کی اہلیہ کچھ عرصہ سے بعارضہ ورم جگر و خرابی معدہ و کمزوری دل بیمار چلی آتی ہیں۔ اور دن بدن کمزوری بڑھ رہی ہے۔ ڈاکٹری یونانی سب علاج کئے۔ مگر خاطر خواہ صحت نہیں ہوئی۔ احباب درد دل سے اُن کی صحت کامل کیلئے دعا فرما کر ثواب حاصل کریں۔ اور مجھے مشکوری کا موقعہ بخشیں۔

عید
فاروق کی طرف سے ناظرین کو
مبارک

ڈاکٹر اقبال کے ہلال عید کا جواب

میری ہستی ہے مجسم آبروئے روزہ دار
وہ کہ جن کی گود میں ہوتا ہے تقویٰ اب جواں
وہ سراپا فخرِ ملت - غیرتِ ہفت آسماں
اے کہ ہے اسلاف کی توصیف میں رطب اللساں
کونسی خوبی ہے تجھ میں جس پہ اتراتا ہے تُو
ذلت و پستی میں مسلم آج تجھ پر شہسوار
آ دکھاؤں تجھ کو میں شانِ جمالی کا ظہور!
دیکھ رہرو اور ان کی برق رفتاری بھی دیکھ"!
چاک ترکوں نے کیا رشتۂ خلافت کو اگر!
سرزمیں بارِ گراں سے ہے مجسم ارتعاش
نغمۂ توحید تو مغرب کے بُت خانوں میں سُن
تُو شکستِ لشکرِ تلبیس کا نظارہ کر!
اُمتِ مرحومہ کے اخلاق کی میت پہ رو!
ہاں سلف کی استقامت کا تماشائی بھی ہو!
قوم کی خوابِ گراں کے خواب کی تعبیر کر
بندشِ صمصام ہے آج تجھ کو اعتراض!
نے صداقت پر شہادت دیکھ کر مہ کا خسوف
بر ربطِ عرفاں سے ہے جن کی [illegible] دار
سرگذشتِ ملتِ بیضا کی [illegible] داستاں
بحرِ عرفاں کے شناور، نازشِ کروبیاں
کارناموں سے ہے جن کے آشنا تیری زباں
کارنامے غیر کے ہوں اور تیری آبرو!
تُو بھی کوئی مرد ہے جس کا جہاں میں ہو وقار
دُور ہیں جو آج اس سے ہے خدا بھی ان سے دُور
قادیاں میں قلزمِ عرفاں کی زخاری بھی دیکھ!
ربع مسکوں پر خلافت کی جہانداری بھی دیکھ!
قصرِ احمدؑ کی ذرا یہ پختہ دیواری بھی دیکھ!
سبحہ گردانی میں تُو تہلیل زناری بھی دیکھ!
گنبدِ تثلیث پر مسلم کی بمباری بھی دیکھ!
اور ادیبِ بزمِ احمدؑ کی گہرباری بھی دیکھ!
پھر خلفؑ کی وادیٔ کابل میں خودداری بھی دیکھ!
احمدیت کی جہاں میں پھر تُو بیداری بھی دیکھ!
میں یہ کہتا ہوں کہ اپنی سہل انگاری بھی دیکھ!
پھر کسوفِ مہر کی تو آیۂ باری بھی دیکھ!
اِن نشانوں پر نہیں ہے چشمِ نکتہ بیں تری ÷ اس پر شاکی ہے - کہ بیزاری بھی ناداری بھی دیکھ ÷ مہدیٔ معہود کا اقبال ہو حلقہ بگوش ÷ اک نظر فاروق کی یہ گرم گفتاری بھی دیکھ!

(مرزا سیف اللہ خان فاروق)

عیسائی مشن

تنقیح بر رسالہ الوہیت مسیح

(شیخ عبد القادر احمدی از لائل پور)

(۶)

منجملہ دیگر فحش غلطیوں کے جو کہ پادری صاحب نے اپنے رسالہ کے مختلف حصص میں کیں۔ ایک غلطی حضرت مسیح علیہ السلام کو بلحاظ علم خدائے باپ کے برابر اور ہمسر قرار دینا بھی ہے۔ حالانکہ اگر اناجیل کا مطالعہ سرسری نگاہ سے بھی کر لیا جائے تو ہر شخص بشرطیکہ وہ کوتاہ اندیش اور تعصب کا بے دام خادم نہ ہو۔ معلوم کرسکتا ہے۔ کہ اناجیل مروجہ کس شدت سے پادری صاحب کے اس خیال فاسد کی دھجیاں فضائے آسمانی میں بکھیرتے ہوئے بالفاظ واضح حضرت مسیح کے عدم علم غیب والشہادۃ کی گواہی دے رہی ہیں۔ چنانچہ اگر اس کا ثبوت مطلوب ہو تو سب سے پہلے حضرت مسیح کے عدم علم غیب پر ان کی قولی شہادت ملاحظہ ہو اور مابعد فعلی۔

(۱) (الف) حضرت مسیح کہتے ہیں "مگر اس دن یا اس گھڑی (یعنی قیامت) کی بابت سوائے باپ کے نہ تو فرشتے جو آسمان پر ہیں۔ اور نہ بیٹا کوئی نہیں جانتا۔ اس لئے تم خبردار رہو۔ اور جاگتے رہو۔ کیونکہ تم نہیں جانتے کہ وہ وقت کب آئے گا۔" (مرقس ۱۳/۳۲-۳۳)

نوٹ۔ بعینہٖ اسی طرح زکریا ۱۴/۷ میں لکھا ہے۔ "پر وہ ایک دن ہوگا۔ جو خداوند کو معلوم ہے۔"

(ب) حضرت مسیح علیہ السلام سے ان کے شاگرد دریافت کرتے ہیں "کہ ہمیں بتا کہ یہ باتیں کب ہوں گی۔ اور تیرے آنے اور دنیا کے آخر ہونے کا کیا نشان ہوگا (متی ۲۴/۳) لیکن حضرت مسیح اس کا آخری جواب یہی دیتے ہیں "پر اس دن (یعنی قیامت) اور اس گھڑی کی بابت کوئی نہیں جانتا نہ آسمان کے فرشتے نہ بیٹا مگر صرف باپ (متی ۲۴/۳۶) اور پھر اپنی آمد ثانی کے وقوع کی بھی خبر نہیں دیتے۔ بلکہ یہی کہتے ہیں "پس جاگتے رہو۔ کیونکہ تم نہیں جانتے کہ کس دن تمہارا خداوند آوے گا۔ ... جس گھڑی کہ تم کو گمان بھی نہ ہوگا۔ اچانک ابن آدم آجائیگا۔ (متی ۲۴/۴۲-۴۴، ۴۴-۵۰ و ۲۵/۱۳ (لوقا ۱۲/۳۹-۴۰) پطرس ۲ ۳/۱۰ و مکاشفہ ۳/۳ و ۱۶/۱۵ و لوقا ۲۱/۳۴) تسلنیقیوں ۱ ۵/۲) پس اگر آپ عالم الغیب ہوتے۔ تو بجائے یہ کہنے کے کہ وہ گھڑی اچانک ہوگی۔ اور اس کا کسی کو بھی علم نہیں۔ آپ اس کی صحیح خبر دیتے۔

(ج) مزید برآں پولوس رسول بھی لکھتا ہے کہ ایک دفعہ حضرت مسیح سے سوال ہوا کہ "اے خداوند کیا تو اسی وقت اسرائیل کو پھر بادشاہی عطا کرے گا۔ لیکن اس کے جواب میں حضرت مسیح نے فرمایا کہ "ان وقتوں اور میعادوں کا جاننا جنہیں باپ نے اپنے ہی اختیار میں رکھا ہے۔ تمہارا کام نہیں (متی ۱/۷) پس معلوم ہوا کہ کامل علم غیب پر اختیار صرف خدائے باپ کو ہی ہے۔ اور حضرت مسیح کو ہرگز کامل علم غیب پر اختیار حاصل نہ تھا۔ ورنہ آپ یہ نہ کہتے۔ کہ ان وقتوں کا جاننا باپ نے اپنے ہی اختیار میں رکھا ہے (اعمال ۱/۷)

(۲) حضرت مسیح کی قولی شہادت پیش کرنے کے بعد کہ آپ کو ہرگز خدائے تعالیٰ کی طرح کامل علم غیب حاصل نہ تھا۔ اب آپ کی فعلی شہادت سے یہ امر پایہ ثبوت پہنچایا جاتا ہے۔ کہ آپ ہرگز عالم الغیب والشہادۃ نہ تھے۔ (ا) یسوع کو بیت عینا سے واپسی میں بھوک لگی۔ تب وہ انجیر کا ایک درخت راہ کے کنارے دیکھ کر اس کے پاس گئے۔ کہ شاید اس میں کچھ پاوے۔ لیکن جب وہ اس کے پاس آیا۔ تو پتوں کے سوا اور کچھ نہ پایا۔ کیونکہ انجیر کا موسم نہ تھا۔ (مرقس ۱۱/۱۳) (متی ۲۱/۱۹) حالانکہ ایک معمولی باغبان بھی جانتا ہے کہ انجیر کا درخت کس موسم میں پھلتا ہے۔ لیکن عیسائیوں کے خداوند ہیں۔ کہ وہ اس حقیقت سے بھی ناآشنا نظر آتے ہیں۔ اور اس موسم میں انجیر کے درخت کے پاس جاتے ہیں۔ جس موسم میں کہ وہ پھل ہی نہیں دیتا۔ اور پھر طرفہ یہ کہ جاتے بھی اس نیت سے ہیں "کہ شاید اس میں کچھ ملے" گویا کہ آپ کو اپنے عزم کی کامیابی پر ایک رتی بھر بھی یقین نہ تھا۔ پس حضرت مسیح کے عدم علم بران کی یہ فعلی شہادت ایک حق پسند کیلئے خضر راہ ہے۔ اور وہ معلوم کرسکتا ہے کہ اسے جو کہ بھوک کی بے قراری کے وقت اس نیت سے کسی درخت کے پاس جائے کہ "شاید اس میں کچھ ملے" بلحاظ علم خدائے عالم الغیوب کے برابر قرار دینا کہاں تک صداقت پر مبنی ہے۔ مزید برآں طرفہ پر طرّہ یہ کہ جب خداوند یسوع کا خیال کہ شاید اس درخت سے کچھ ملے۔ زعم ثابت ہوا۔ تو پھر بحالت مغضوب الغضبی اس پر ایسی لعنت کی کہ وہ درخت اسی دم سوکھ گیا۔ اور اس کو اپنے موسم میں بھی پھل لگنا بند ہوگیا۔ (متی ۲۱/۱۹) جو کہ بعید از شان الوہیت ہے۔ کیونکہ بزعم نصاریٰ خداوند یسوع ہر چیز کے خالق اور ہر موسم کے تقرر کے باعث ہیں۔ اور انجیر کے درخت کا وہ موسم بھی (جس میں کہ وہ پھل نہیں دیتا) آپ کا ہی مقرر کردہ تھا۔ پس اندریں حالات خداوند یسوع کا ایسے موسم میں اس انجیر کے درخت کے پاس جا کر جس موسم میں کہ وہ پھل ہی نہیں دیتا۔ اس کے پھل نہ دینے پر غم و غصہ کا اظہار اپنی تغلیط آپ ہی کرنے کے مترادف ہے۔ کیونکہ بقول نصاریٰ آپ خدا ہیں۔ اس لئے لامحالہ

آپ نے ہی اس درخت کے لئے مقرر کیا۔ کہ یہ درخت اس موسم میں قطعاً پھل نہ دے۔ پس اس درخت کا کیا قصور کہ اس کو سکھا دیا گیا۔ (یا بمطابق مرقس کی انجیل اس کے پھل کو ہر ایک پر حرام کر دیا (مرقس $\frac{۱۱}{۱۳}$) جب کہ اُسنے بتقاضائے قانون مقررہ اپنے صحیح موسم میں ہی پھل دینا تھا۔

اگر حضرت مسیح خدا ہوتے تو اوّل تو اس بے پھل درخت کے نزدیک ہی نہ جاتے۔ بلکہ دور سے ہی جان پہچان لیتے۔ کہ آیا یہ درخت ہم کو فائدہ بھی پہنچائے گا۔ یا کورے کے کورے بحالت غم و غصہ واپس لوٹنا پڑے گا۔ لیکن اگر آپ اپنے ناقص علم کی بناء پر چلے بھی گئے۔ تو اس وقت تو آپ کی صفت قادر کے ظہور کا وقت تھا۔ اور چاہیئے تھا۔ کہ اسی وقت اس درخت کو پھل لگ جاتا کیونکہ خداوند بھوک میں بے قرار تھا۔ اِس لئے غیر معمولی ضرورت تھی۔ کہ وہ درخت اپنے پھلنے کے صحیح موسم کی طرح پھلدار اور ہرا بھرا ہو جاتا۔ تا خداوند اس کے پھل سے سیر ہو کر اپنی بھوک کو معدوم کر سکتا۔ لیکن افسوس کہ اس وقت درخت کو پھل بھی نہ لگا۔ اور خداوند یسوع کی صفت قادر بھی دھری کی دھری رہ گئی اور نیز جناب یسوع اس بے پھل درخت کے پاس جا کر اپنے عدم علم غیب پر مہر تصدیق بھی ثبت کر گئے۔

اس کے علاوہ حضرت مسیح کے عدم علم غیب پر ملاحظہ ہوں آیات ذیل۔

(ب) "عورت کے چھونے پر یسوع نے کہا کہ وہ کون ہے۔ جس نے مجھے چھوا۔ جب سب انکار کرنے لگے تو پطرس اور اس کے ساتھیوں نے کہا۔ کہ اے صاحب لوگ تجھ کو دباتے اور تجھ پر گرے پڑتے ہیں۔ مگر یسوع نے کہا کہ کسی نے تو مجھے چھوا ہے۔ کیونکہ میں نے معلوم کیا۔ کہ قوت مجھ سے نکلی" (لوقا $\frac{۸}{۴۵-۴۶}$)

(ج) پھر اسی طرح مرقس میں لکھا ہے "تب یسوع نے فی الفور اپنے میں جانا کہ مجھ میں سے قوت نکلی اس بھیڑ کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ کہ میرے کپڑے کو کس نے چھوا۔ اس کے شاگردوں نے اس سے کہا۔ کہ تو دیکھتا ہے۔ کہ لوگ تجھ پر گر رہے ہیں۔ پھر تو کہتا ہے۔ کہ مجھے کس نے چھوا" (مرقس $\frac{۵}{۳۰-۳۱}$)

(د) "تب یسوع نے فقیہوں سے پوچھا کہ تم ان سے کیا بحث کرتے ہیں۔ گویا کہ ان کی بحث سے آپ بے علم محض تھے۔ (مرقس $\frac{۹}{۱۶}$) "اے بے اعتقاد اور ٹیڑھی قوم میں کب تک تمہارے ساتھ رہوں گا۔ کب تک تمہاری برداشت کروں گا۔ (متی $\frac{۱۷}{۱۷}$)

(س) تب یسوع نے اس کے باپ سے پوچھا۔ کہ کتنی مدت سے یہ اس کو ہوا۔ وہ بولا بچپن سے۔ (مرقس $\frac{۹}{۲۱}$) (ص) جھوٹے نبیوں کو میں صاف کہوں گا۔ کہ میں کبھی تم سے واقف نہ تھا۔ اے بدکارو میرے پاس سے دور ہو۔ (متی $\frac{۷}{۲۳}$) (ع) میں تم کو نہیں جانتا۔ کہ کہاں کے ہو۔ تب تم کہنے لگو گے۔ کہ ہم نے تیرے حضور کھایا پیا ہے پر وہ جواب دیگا۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں۔ کہ میں تم کو نہیں پہچانتا۔ کہ کہاں کے ہو (لوقا $\frac{۱۳}{۲۵-۲۷}$) (متی $\frac{۲۵}{۱۲}$) وغیرہ۔

(ف) تب یسوع نے انہیں کہا کہ تمہارے پاس کتنی روٹیاں ہیں۔ انہوں نے دریافت کرکے کہا سات اور کئی ایک چھوٹی مچھلی (متی $\frac{۱۵}{۳۴}$) مرقس وغیرہ۔

(ک) (ا) "پھر یسوع نے دوبارہ جا کر دعا مانگی۔ اور کہا اے باپ اگر میرے پینے کے بغیر یہ پیالہ مجھ سے نہیں ٹل سکتا۔ تو تیری مرضی ہو۔ اس نے آ کے پھر انہیں سوتے پایا۔۔۔۔۔ اور انہیں چھوڑ کر پھر گیا۔ اور وہی بات کہکر تیسری بار دعا مانگی۔ (متی $\frac{۲۶}{۴۲ تا ۴۴}$) (ب) اے باپ اگر ہو سکے تو یہ پیالہ مجھ سے ٹل جائے۔ تو بھی میری خواہش نہیں بلکہ تیری خواہش کے مطابق ہو۔ (مرقس $\frac{۱۴}{۳۶}$) گویا کہ صاف ظاہر ہے۔ آپکو حقیقی علم نہ تھا۔ کہ میرا انجام کیا ہوگا۔ ورنہ دعا ہی کیوں کی جاتی اور کیوں گریہ وزاری سے کہا جاتا۔ کہ "اگر ہو سکے تو یہ پیالہ مجھ سے ٹل جائے"۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ کو ہرگز علم نہ تھا۔ کہ میرا انجام کیا ہوگا۔

پس مذکورۃ الصدر منتخبہ آیات کے ہوتے ہوئے کوئی کور باطن ہی ہو تو ہو۔ جو کہ حضرت مسیح کو بلحاظ علم خدائے عالم الغیوب کے برابر کہے۔ کیونکہ محولہ آیات سے تو آپ کے عدم علم کی گواہی روز روشن کی طرح اظہر ہے۔ لیکن ہمارے پادری صاحب ہیں۔ کہ وہ کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر کے اناجیل کی مذکورہ آیات کو نظر انداز رکھتے ہوئے حضرت مسیح کو بلحاظ علم خدائے باپ کے برابر قرار دیتے ہیں۔ لیکن مذکورۃ الصدر آیات واضحہ نے پادری صاحب کے اس خیال "کہ مسیح بلحاظ علم خدائے باپ کے برابر ہے" کی باحسن تغلیط کرتے ہوئے ثابت کر دیا۔ کہ ؎

ایں خیال است و محال است و جنوں۔

سردست میں پادری صاحب سے اپیل کروں گا۔ کہ آپ فکر و تدبر سے کام لیں۔ اور مذکورہ آیات واضحہ کو بغور و خوض پڑھ کر اپنے اس فقرہ کہ "اس نے خدا سے برابری کا دعویٰ کیا" کی نظر ثانی کریں۔ اور پھر سچ سچ کہیں کہ آپ کے قول اور محولہ آیات میں کتنا تضاد ہے ؎

ببیں تفاوت رہ از کجا است تا بکجا!

(۳) مذکورۃ الصدر جناب یسوع کی قولی فعلی شہادت ملاحظہ کرنے کے بعد کہ آپ ہرگز خدائے عالم الغیوب کی طرح علی وجہ الکمال صفت عالم الغیب سے متصف نہ تھے۔ اب آپ کی پیشگوئیوں سے بھی یہی امر بوجہ اتم پایہ ثبوت تک پہنچایا جاتا ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ جناب یسوع نے کئی ایک پیشگوئیاں کیں۔ (اور ساتھ ہی ازراہ تحدی دعویٰ کیا کہ "زمین و آسمان ٹل سکتے ہیں۔ پر میری باتیں ہرگز نہ ٹلیں گی) لیکن افسوس کہ ان میں سے سوائے چند کے آج تک کوئی پوری ہوتی نظر نہیں آتی۔ جو کہ بدیہی اور مبرہن ثبوت ہے۔ کہ آپ ہرگز عالم الغیب والشہادۃ نہ تھے۔ ورنہ متعدد پیشگوئیوں کا غلط نکلنا چہ معنی دارد۔ چنانچہ

اگر اس کا ثبوت مطلوب ہو۔ تو ملاحظہ ہو عیسائیوں کے خداوند کی ذیل کی پیشگوئیاں جو کہ ہرگز پوری نہ ہوئیں۔

(۱) جناب یسوع سے ان کے حواری سوال کرتے ہیں کہ...... تیرے آنے کا نشان کیا ہے (متی $\frac{۲۴}{۳}$) اس کے جواب میں خداوند یسوع علاوہ دیگر نشان بتانے کے بالآخر کہتے ہیں۔ "میں تم کو سچ کہتا ہوں کہ جب تک یہ سب کچھ نہ ہو۔ (یعنی مسیح کی آمد ثانی) اس پشت کے لوگ گذر نہ جائیں گے۔ زمین و آسمان ٹل جائے گا۔ پر میری باتیں ہرگز نہ ٹلیں گی۔ (متی $\frac{۲۴}{۳۴-۳۵}$) پھر اسی طرح ایک دوسرے مقام پر جناب یسوع کہتے ہیں۔ "میں تم سے سچ کہتا ہوں۔ کہ ان میں سے جو یہاں کھڑے ہیں۔ بعض ہیں۔ کہ جب تک ابن آدم کو اپنی بادشاہت میں آتے دیکھ نہ لیں۔ موت کا مزہ ہرگز نہ چکھیں گے۔ (متی $\frac{۱۶}{۲۸}$)

علاوہ ازیں ملاحظہ ہوں آیات ذیل۔

(۳) میں تم سے سچ کہتا ہوں۔ کہ تم اسرائیل کے سارے شہروں میں نہ پھر چکو گے کہ ابن آدم آجائے گا۔ (متی $\frac{۱۰}{۲۳}$)

(۴) میں تم سے سچ کہتا ہوں۔ کہ اس زمانہ کے لوگ گذر نہ جائیں گے۔ جب تک کہ یہ سب کچھ واقع نہ ہووے۔ آسمان اور زمین ٹل جائینگی پر میری باتیں ہرگز نہ ٹلیں گی۔ (متی $\frac{۱۳}{۳۰}$)

(۵) میں تم سے سچ کہتا ہوں۔ کہ جب تک یہ سب کچھ نہ ہو لیوے۔ یہ پشت کبھی نہ گذریگی (لوقا $\frac{۲۱}{۳۲}$) (۶) اس نے انہیں کہا کہ میں تم سے سچ کہتا ہوں۔ کہ ان میں سے جو یہاں کھڑے ہیں۔ بعض ہیں کہ جب تک خدا کی بادشاہت قدرت سے آتی نہ دیکھیں۔ موت کا مزہ نہ چکھیں گے۔ (مرقس $\frac{۹}{۱}$) (متی $\frac{۲۳}{۳۶}$) (۷) پر میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ بعض ان میں سے جو یہاں کھڑے ہیں نہ مریں گے جب تک خدا کی بادشاہت کو نہ دیکھ لیں۔ (لوقا $\frac{۹}{۲۷}$)

نوٹ۔ اس جگہ خدا کی بادشاہت سے مراد مسیح کی آمد ثانی ہے۔ دیکھو آیات ذیل مرقس $\frac{۱}{۱۵}$) لوقا $\frac{۱۰}{۹}$ و $\frac{۱۱}{۲}$ و $\frac{۲۳}{۴۲}$ وغیرہ)

(۸) نیز یہ بات تو خطوط الرسل سے بھی ثابت ہے۔ چنانچہ تسلنیقیوں ۱ $\frac{۴}{۱۵}$ میں لکھا ہے "ہم تمہیں خداوند کے حکم کے مطابق (متی $\frac{۲۴}{۳۴}$) یہ کہتے ہیں۔ کہ وے جو کہ ہم میں سے خداوند کے آنے تک زندہ اور باقی رہیں گے۔ ان میں سے جو سو گئے ہیں۔ سبقت نہ لے جائیں گے" (۹) مزید برآں متی $\frac{۲۴}{۳۳}$ کی تمثیل سے بھی ظاہر ہے کہ مسیح کی آمد ثانی بہت جلد ہونے والی ہے بلکہ "دروازے پر ہے" پس اب محولہ بالا خداوند یسوع کے متعدد اقوال کی رو سے لازمی تھا۔ کہ جناب یسوع کی آمد ثانی ان کے بعض حواریوں کی زندگی میں ہی ہوتی۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں۔ اس زمانہ کے لوگ گذر گئے۔ اور ان میں سے کوئی بھی باقی نہ رہا۔ بلکہ وہ پشت بھی مر کھپ گئی۔ اور ان کی نسلیں بھی صفحہ ہستی سے غائب ہو گئیں۔ لیکن عیسائیوں کے خداوند کا نزول ابھی صرف اور محض انتظار کی نظر ہے۔ پس بایں حالت آپ کیونکر عالم الغیب ٹھیرے۔ اور آپ کا وہ فرمان کہ زمین و آسمان ٹل جائیں پر میری باتیں نہ ٹلیں گی۔ اب کیونکر پورا ہوا۔ شیم۔ شیم۔ شیم۔

---

(۲) خداوند یسوع نے بموقع صلیب ایک چور کو کہا۔ کہ وہ اسی دن اس کے ساتھ بہشت میں جائیگا۔ چنانچہ لکھا ہے "پھر (ڈاکو نے) کہا اے یسوع جب تو اپنی بادشاہت میں آئے تو مجھے یاد کرنا۔ اس نے اس سے کہا۔ میں تجھ سے سچ سچ کہتا ہوں۔ کہ تو آج ہی میرے ساتھ فردوس میں ہوگا (لوقا $\frac{۲۳}{۴۲-۴۳}$)

اب خدارا انصاف کیجئے۔ کہ یسوع تین دن تو قبر میں مردہ پڑا رہا۔ اور زندہ ہونے کے بعد اس نے کہا۔ کہ "میں ابھی تک اپنے باپ کے پاس اوپر نہیں گیا۔ (یوحنا $\frac{۲۰}{۱۷}$) بلکہ جلیل کو چلا گیا اور وہاں اپنے حواریوں کو ملتا ملاتا رہا۔ غرضیکہ خداوند یسوع نے زندہ ہونے کے بعد چالیس دن تو دنیا میں اور بروئے مسلمات نصاری کچھ دن دوزخ میں گنہگاروں کو منادی کرنے کے لئے کاٹے۔ پس بایں صورت چور کے ساتھ مذکورہ وعدہ کہ "تو آج ہی میرے ساتھ بہشت میں ہوگا" کیونکر پورا ہوا۔

نوٹ۔ کسی کے دل میں یہ شبہ نہ گذرے کہ یہ کہاں سے لیا۔ کہ خداوند یسوع کچھ دن دوزخ میں رہے۔ اس کے جواب میں واضح ہو کہ یہ تو مسلمات نصاری میں سے ہے۔ چنانچہ پطرس رسول خود کہتا ہے "یسوع جسم کے حق میں مارا گیا لیکن روح میں زندہ کیا گیا۔ جس میں ہو کے اس نے ان روحوں کے پاس جو (دوزخ میں۔ ناقل) قید تھیں۔ جا کے منادی کی جو آگے نافرمانبردار تھیں۔ پس صاف ظاہر ہو گیا۔ کہ جناب یسوع بہشت میں جانے سے پیشتر جہنم میں بغرض منادی گئے۔

---

(۳) جناب یسوع فرماتے ہیں "جب ابن آدم اپنے جلال کے تخت پر بیٹھے گا۔ تو تم بھی بارہ تختوں پر بیٹھ کے بنی اسرائیل کے بارہ گھرانوں کا انصاف کروگے۔ (متی $\frac{۱۹}{۲۸}$) تم تختوں پر بیٹھ کر اسرائیل کے بارہ گھرانوں کی عدالت کروگے۔ (لوقا $\frac{۲۲}{۳۰}$) ولیکن یہوداہ اسکریوطی (جن کو کہ ان بارہ میں شامل کیا گیا) مرتد ہو گیا۔ اور مابعد خودکشی کر کے لعنتی موت مر گیا۔ ($\frac{۲۷}{۵}$) پس کیا وہ بھی ان بارہ میں شامل ہے۔ اگر کہو نہیں ہرگز نہیں۔ کیونکہ اس نے حضرت مسیح کو چند ٹکوں کے لالچ کے بدلے پکڑوا دیا۔ تو پھر لامحالہ ماننا پڑے گا۔ کہ بارہ قبیلوں کا انصاف گیارہ حواری کرینگے۔ نہ کہ بارہ۔ چنانچہ تبھی تو متی کا انجیل نویس خداوند یسوع کے گیارہ حواری ہی لکھتا ہے۔ "پھر وے گیارہ شاگرد جلیل کے اس پہاڑ کو جہاں یسوع نے انہیں فرمایا تھا گئے۔ (متی $\frac{۲۸}{۱۶}$) پس جب کہ ثابت ہو گیا۔ کہ جناب یسوع کے گیارہ حواری

تھے۔ نہ کہ بارہ۔ تو اب ہمارا عیسائیوں سے زبردست مطالبہ ہے۔ کہ بتایا جائے۔ کہ گیارہ حواری کیونکر جناب یسوع کے فرمان کے مطابق "بارہ تختوں پر بیٹھ کے اسرائیل کے بارہ گھرانوں کا انصاف کرینگے"۔ پس اس لانیحل سوال کے جواب کے لئے جناب یسوع کی اس پیشگوئی کو بھی غلط تسلیم کئے بغیر کوئی چارہ نہیں۔

---

(۴) حضرت مسیح پیشگوئی کرتے ہیں۔ کہ جیسے یونس نبی تین دن اور تین رات مچھلی کے پیٹ میں رہا ایسا ہی ابن آدم بھی تین دن اور تین رات زمین کے اندر رہے گا۔ (متی ۱۲/۳۹-۴۰) ترجمہ انگریزی بائیبل ۱۸۸۷ء۔ واقعات نے ثابت کر دیا۔ کہ خداوند یسوع کی یہ پیشگوئی بھی غلط نکلی۔ کیونکہ جیسا کہ اناجیل سے ثابت ہے۔ آپ نے جمعرات کی شام کو اپنے شاگردوں کے ساتھ فسح کھائی (متی ۲۶/۲۰) اور اسی دن جناب پکڑے گئے۔ (متی ۲۶/۵۵) جمعہ کے دن صلیب پر چڑھائے گئے۔ (متی ۲۷/۱-۳۸) جمعہ کی شام کو یوسف ارمتیاہ کے رہنے والے نے آپ کو دفن کیا۔ (متی ۲۷/۵۷) اور پھر سبت کے بعد ہفتے کے پہلے دن جی اٹھے (متی ۲۸/۱) تو اب جمعہ کی رات سبت کا دن۔ اور رات۔ غرض دو رات اور ایک دن آپ قبر میں رہے"۔ نہ تین دن اور تین رات (یعنی ۷۲ گھنٹے) پس آپ کا اپنی پیشگوئی کے مطابق ۷۲ گھنٹے قبر میں گذارنے کی بجائے ۳۶ گھنٹے قبر میں رہنا آپکی مذکورہ پیشگوئی کے بطلان کی کافی و وافی دلیل ہے۔

مزید برآں اب تو خود عمائد مسیحی دین کے دل مانتے ہیں۔ کہ جناب یسوع کی مذکورہ پیشگوئی غلط نکلی۔ کیونکہ انہوں نے جدید طبع شدہ نسخہ جات میں "تین دن اور تین رات" کے الفاظ کو بدلاکر اس آیت میں دونوں جگہ اور پھر یونس نبی کی کتاب میں۔ (جس کا کہ حوالہ مذکورہ آیات میں جناب یسوع نے پیش کیا) "تین رات دن" کر دیا۔ کہ تا اس صریح دھوکہ سے جناب کی پیشگوئی کو برحق ثابت کیا جائے۔

پس نصاریٰ کے سرکردہ پادریوں کا اس غیر معمولی تحریف کو معرض وجود میں لانا شاہد ناطق ہے اس بات پر کہ ان کے دل مانتے ہیں۔ کہ جناب یسوع کی یہ پیشگوئی غلط ثابت ہوئی۔ جس کی کہ ترجمانی ان کے ہاتھوں نے مذکورہ الفاظ کو بدلاکر کر دی۔

---

(۵) عیسائیوں کے یسوع فرماتے ہیں۔

(۱) میں تم سے سچ کہتا ہوں۔ کہ اگر تم میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہو۔ تو تم اگر اس پہاڑ کو کہو کہ اس جگہ سے اس جگہ چلا جا تو چلا جائیگا۔ اور تمہارے سامنے کوئی شئے ناممکن نہ ہوگی۔ (حواریوں کا اختیار ملاحظہ ہو) متی ۱۷/۲۱) (ب) یسوع نے جواب میں انہیں کہا۔ کہ میں تم سے سچ کہتا ہوں۔ کہ اگر تم یقین کرو۔ اور شک نہ لاؤ۔ تو نہ صرف یہی کرسکو گے جو کہ انجیر کے درخت سے ہوا۔ بلکہ اگر اس پہاڑ کو کہو گے کہ تو اکھڑ کر دریا میں جاگر تو ویسا ہی ہوگا۔ (متی ۲۱/۲۱-۲۲) مرقس ۱۱/۲۲-۲۳ و ۹/۲۳ وغیرہ یسوع نے کہا کہ اگر تم میں خردل کے دانہ برابر ایمان ہے۔ تو جب تم اس توت کے درخت کو کہو کہ جڑ سے اکھڑ کر دریا میں لگ جا۔ تو تمہاری مانے گا۔ (لوقا ۱۷/۵) میں تم سے سچ کہتا ہوں۔ کہ جو مجھ پر ایمان لاتا ہے۔ یہ کام جو میں کرتا ہوں۔ وہ بھی کرے گا۔ بلکہ ان سے بھی بڑھ کر (یوحنا ۱۴/۱۲) اگر تم مجھ میں قائم رہو۔ اور میری باتیں تم میں قائم رہیں۔ تو تم جو چاہو مانگو تمہارے لئے ہو جائیگا۔ (یوحنا ۱۵/۷) (متی ۷/۱۱-۱۲) (متی ۱۸/۱۹-۲۰) اور اس کے علاوہ دیکھو یسوع پر ایمان لانے والوں کی نشانیاں (مرقس ۱۶/۱۶ تا ۱۸) وغیرہ وغیرہ۔

نوٹ۔ ذرا محولہ آیات میں حواریوں کا اختیار و اقتدار بھی ملاحظہ ہو۔ کیا یہی تھا اختیار جس کی کہ وجہ سے پادری صاحب حضرت مسیح کو خدا قرار دیتے ہیں۔ اور پھر اسی طرح ۱ کرنتھیوں ۱۳/۲ میں پولوس رسول کا اختیار بھی ملاحظہ کیجئے گا۔

پس اب ہمارا مسیحیوں سے زبردست مطالبہ ہے۔ کہ بتایا جائے کہ کیا کسی مسیحی کے دل میں رائی کے دانہ برابر بھی ایمان ہے یا کہ نہیں۔ اگر کہو ہے اور ضرور ہے۔ بلکہ ہر ایک مسیحی بوجہ کفارۃ المسیح پر ایمان لانے کے کامل مومن بن گیا ہے تو پھر ہمارا چیلنج ہے۔ کہ تمام مسیحی نہ سہی کوئی ایک ہی مسیحی ہو جو کہ جناب یسوع کی مذکورۃ الصدر پیشگوئی کے مطابق پہاڑوں کو سرکا دے۔ درختوں کو گھماکر جڑ سے اکھیڑ کر سمندر میں پھینک دے۔ یہاں تک کہ اس کے آگے کوئی بات انہونی نہ ہو (متی ۱۸/۱۹) اور وہ یسوع جتنے تو کیا اس سے بڑھ کر معجزات دکھلا دے۔ (یوحنا ۱۴/۱۲) لیکن اگر کہو کہ ایسا ہونا ناممکن ہے۔ تو پھر بتایا جائے۔ کہ کفارۃ المسیح نے تمہیں کیا فائدہ پہنچایا۔ اور وہ تمہارے کس کام آیا۔ کہ ایک بھی ایسا مسیحی نہ پیدا کر سکا جس کے دل میں خردل کے دانہ بھر بھی ایمان موجود ہو۔ جب کہ آپ کا عقیدہ ہے کہ خون مسیح پر ایمان لانے سے ہر کس و ناکس کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ پس اب چھٹکارے کی دو ہی صورتیں ہیں۔ یا تو یہ مانا جائے کہ عیسائی دنیا میں کسی کے دل میں بھی رائی کے دانہ بھر بھی ایمان نہیں بلکہ سب کے سب خالی از ایمان ہیں۔ باوجودیکہ وہ کفارہ پر بھی ایمان لا چکے ہوں۔ یا پھر دوسری صورت یہ ہے کہ ہمارے مطالبہ کو پورا کرتے ہوئے کوئی مسیحی یسوع کی مذکورہ پیشگوئی کے مطابق مذکورہ معجزات دکھلا دیں۔ پس اگر پہلی صورت تسلیم کی جائے۔ تو کفارہ کی جڑوں پر کلہاڑا پھر جاتا ہے۔ اور اگر دوسری صورت کو ناممکن جتلا کر اس کے حل کرنے سے گریز کیا جائے تو پھر چاروناچار یہی ماننا پڑیگا۔ کہ جناب یسوع کی مذکورہ پیشگوئی غلط ہے اور وہ کسی صورت میں بھی پوری نہیں ہو سکتی۔ مزید برآں یسوع کی پیشگوئی (کہ ایماندار مجھ سے بڑھکر معجزات دکھلاوینگے) کے مطابق چاہیئے تو یہ تھا۔ کہ عیسائی ایمانداروں کے

معجزات یسوع سے بڑھ چڑھ کر ہوتے لیکن ہم عیسائیوں کی سہولت کو مدنظر رکھتے ہوئے صرف اتنا کہتے ہیں۔ کہ یسوع سے بڑھ کر نہ سہی یسوع جتنے ہی کوئی مسیحی معجزات دکھلا دے۔ مثلاً یسوع کے معجزات حسب ذیل ہیں۔

مُردوں کو زندہ کرنا (متی ۹/۲۵) پانی کو شراب میں تبدیل کر دینا (یوحنا ۲/۱تا۱۱) جھیل پر طوفان کو تھما دینا (متی ۸/۲۳تا۲۷) مفلوج کو شفا بخشنا (متی ۸/۵تا۱۳) کوہڑی کو اچھا کرنا (متی ۸/۱تا۳) بیماروں کو چنگا کرنا (متی ۸/۱۶) بدروحوں کو نکالنا (متی ۹/۳۲) اندھوں کو بینائی دینا (متی ۲۰/۲۹) گونگے کا بولنے لگ جانا (متی ۹/۳۳) مرگی والے اور جلندہر کے مریض کو اچھا کرنا (متی ۱۷/۱۴-۱۹) (لوقا ۱۴/۱) سُوکھا ہوا ہاتھ اچھا کرنا (متی ۱۲/۵) کُبڑی عورت کو شفا دینا (لوقا ۱۳/۱۰) تھوڑے کھانے کو زیادہ کرنا (متی ۱۴/۱۳تا۲۱) پانی پر بے خوف و خطر چلنا (متی ۱۴/۲۲، ۲۳ وغیرہ)

پس اب ہمارا چیلنج ہے۔ کہ کوئی معمولی مسیحی چھوڑ کر کوئی بڑے سے بڑا بشپ ہی ہو۔ جو کہ جناب یسوع کی مذکورہ پیشگوئی کو پورا کر دکھلائے۔ بے شک وہ دعا بھی کرے۔ اور تمام عیسائی دنیا کو اپنی دعاؤں میں شریک کر لیوے۔ کیونکہ یسوع کا قول ہے۔ کہ ایماندار جو کچھ خدا سے مانگے گا اس کے لئے ویسا ہی ہو جائیگا۔ (متی ۲۱/۲۲) اور یہ بھی یاد رہے۔ کہ بشپ صاحب بوجہ کفارۃ المسیح پر ایمان لانے کے پاک و صاف اور منزّہ عن الخطاء ہو چکے۔ اور ان کا ایمان رائی کے دانہ کے برابر تو کجا بلکہ اگر کوہ ہمالہ جتنا بھی کہا جائے تو کچھ مضائقہ نہیں۔

پس کوئی ہے جو کسی بشپ یا سرکردہ پادری سے صدورِ معجزاتِ مذکورہ کا اعلان کروائے۔ ورنہ اسی طرح پادریوں کا پدرم سلطان بود کہنا کیونکر کچھ نتیجہ بر لائیگا۔ مزہ تو تب ہے کہ خود بھی کچھ کر کے دکھلائیں لیکن اگر کہا جائے کہ ایسا ہونا تو ناممکن ہے۔ تو پھر جناب یسوع کی مذکورہ پیشگوئی کو غلط تسلیم کئے بغیر کوئی چارہ نہیں۔

معزز قارئین آپ نے بخوبی ملاحظہ کر لیا۔ کہ کس طرح خداوند یسوع (جن کو کہ نصاریٰ بلحاظ علم خدائے عالم الغیوب کے برابر قرار دینے کی ناکام کوشش میں ہیں) کی پیشگوئیاں غلط ثابت ہوئیں۔ پس اندریں حالات آپ کیونکر عالم الغیب ٹھہر سکتے ہیں۔ جیسا کہ آپ کے متعدد اقوال جو کہ زمانہ مستقبل کی پیشگوئیوں پر مشتمل ہیں کسی صورت میں بھی پورے ہوتے نظر نہیں آتے۔ فتدبّرو۔

---

(۴) مزید برآں اناجیل سے تو یہاں تک ثابت ہے کہ کامل علم غیب ہی حاصل کر کے انسان خدا نہیں بن سکتا۔ چنانچہ ملاحظہ ہوں ذیل کی آیات۔

(۱) پولوس رسول کہتا ہے "اگر میں نبوت کروں اور اگر علم غیب کی کل باتیں اور سارے علم جانوں اور میرا ایمان کامل ہو۔ یہاں تک کہ میں پہاڑوں کو چلا دوں۔ پر میں محبت نہ رکھوں تو کچھ بھی نہیں (کرنتھیوں ۱۳/۲ و ۱۲/۸ و ۱/۵ و ۲/۷") گویا کہ صاف ظاہر ہے کہ کامل انسان کے لئے علم غیب کا حصول ممکنات میں سے ہے۔ پس اگر تو کوئی انسان (غیب کی کل باتیں) یعنی کامل علم غیب حاصل کر کے خدا نہیں بن سکتا تو جناب یسوع اسی صفت سے متصف ہو کر کیونکر الوہیت کے رتبہ تک پہنچ جائیں گے۔

(۲) حواریوں کے متعلق ہے کہ "وہ سب کچھ جانتے ہیں" (یوحنا ۲/۲۰) چنانچہ بعینہٖ یہی لفظ حضرت کے لئے مستعمل ہوتے ہیں۔ (یوحنا ۱۶/۳۰) پس اگر خدا ماننے کا شوق ہے تو ان کو مانو۔ (۳) تواریخ (۲ـ ۱۶/۱۰) سے ظاہر ہے۔ کہ حنانی نامی ایک شخص عالم الغیب تھا۔ چنانچہ اس نے بادشاہ وقت کی ذات کے متعلق بھی پیشگوئی کی (۴) پولوس رسول کہتا ہے "کہ ایک چھوکری جس میں غیب دانی کی روح سمائی تھی ہمیں ملی۔ جو غیب گوئی سے اپنے مالکوں کے لئے بہت کچھ پیدا کرتی تھی۔" (اعمال ۱۶/۱۶) پس کیا وہ چھوکری بھی اپنے علم غیب کی بناء پر خدائی کی مستحق ہے۔ جب کہ اس کا علم غیب ذاتی ہے نہ کہ جناب یسوع کی طرح (یوحنا ۵/۳۰) خدا سے حاصل کردہ کیونکہ وہ جادوگرنی تھی۔ جس کا کہ خدا سے بکلی قطع تعلق تھا۔

علاوہ بریں حضرت مسیح کے عدم علم غیب پر ملاحظہ ہوں آیات ذیل۔

مرقس ۶/۱۳ - لوقا ۹/۱۸ مرقس ۹/۲۱ متی ۲۵/۱۲
لوقا ۱۳/۲۵-۲۷ متی ۲۱/۱۹ مرقس ۵/۸ و ۷/۲۸ وغیرہ

مذکورۃ الصدر دلائل متظاہرہ کے ہوتے ہوئے میں حیران ہوں کہ پادری صاحب نے کس دریدہ دہنی دلیری اور جسارت سے یہ کہدیا کہ حضرت مسیح خدائے باپ کی طرح عالم الغیب ہیں۔ ہاں اگر یہ آیات نہ ہوتیں تو ان کو کچھ حق بھی تھا۔ لیکن مذکورۃ الصدر آیات واضحہ کی موجودگی میں پادری صاحب کا حضرت مسیح کو خدائے تعالیٰ کے ہمسر اور برابر کہنا بالکل افریقہ کے حبشی کو ماہ کنعان اور ایک گداگر کو جو کہ کاسہ گدائی لئے ہر ایک کے آگے دست سوال دراز کر رہا ہو۔ قیصر یا شہنشاہ قرار دینے کے مترادف ہے جبکہ حضرت مسیح کے متعلق صاف لکھا ہو کہ اس نے خدا کے برابر ہونا غنیمت نہ جانا (فلپیوں ۲/۶) انجیل مطبوعہ ۱۸۷۰ء مرزاپور۔

پس قصہ مختصر کہ خدا تعالیٰ بے مثل اور لاشریک ہے اس کا کوئی ہمسر اور برابر نہیں "تو تو ازل سے ہے۔ بے مثل اور لاشریک ہے (یسعیاہ ۴۶/۵-۹) تم مجھے کس کے برابر کہوگے اور مجھے کس کی مانند کہوگے۔ اور مجھے کس سے ملاؤ گے تاکہ ہم یکساں ٹھہریں۔ میں خدا ہوں اور مجھ سا کوئی نہیں۔ استثناء ۳۲/۹) پس ان آیات کے ہوتے ہوئے حضرت مسیح کو خدا کے برابر اور ہمسر کہنا کتاب مقدس کی صریح تکذیب کرنے کے مترادف ہے۔ ففہم۔ تدبّر۔

تصحیح:۔ اخبار فاروق مجریہ ۲۱ اگست میں میرا ایک مضمون بعنوان "تحریف و الحاق بائیبل پر مزید شہادتیں" شائع ہوا ہے جس کے صفحہ ۸ کالم ۳ میں میں نے لکھا کہ بنی لاوی قوم کو حضرت موسیٰ نے (استثناء ۳۲/۲۵) میں غیر دیانتدار ٹھہرایا ہے۔ حضرت موسیٰ کے یہ الفاظ بنی لاوی کی قوم کیلئے نہیں ہیں غلطی سے ایسا لکھدیا گیا۔ تمام دوست اصلاح کر لیں:۔ (شیخ عبد القادر احمدی از لائلپور)

اپنی کہانی اپنی زبانی

(۳)

(بسلسلہ فاروق ۷؍ اکتوبر ۱۹۳۶ء صفحہ ۸)

(سید عنایت بخاری لائل پوری)

پادری۔ مجھے صرف ایک سوال کا جواب دیجئے۔ کہ مرزا صاحب نے خداوند یسوع مسیح کو گالیاں کیوں دیں؟ یہ بات مامور من اللہ ہونے کے خلاف ہے؟

احمدی۔ آپ کا اعتراض عدم علم پر مبنی کیوں یا تجاہل عارفانہ۔ کیونکہ موجودہ فضا میں یہ سوال ہمارے سامنے کئی دفعہ آ چکا ہے۔ اور اس کا جواب کتب سلسلہ احمدیہ اور تقریروں میں بارہا دیا گیا ہے۔ یہ بات مولویوں نے محض لوگوں کو ہمارے خلاف مشتعل کرنے کے لئے گھڑی ہوئی ہے۔ ورنہ ہم تو حضرت مسیح کی عزت کرتے اور ان کو خدا تعالیٰ کا مقرب مانتے ہیں۔ بلکہ حضرت اقدسؑ مرزا صاحب نے اس کا جواب خود اپنی زندگی میں دے دیا ہے۔ جیسا کہ حضورؑ فرماتے ہیں:۔

"جو شخص امام حسینؓ یا حضرت مسیح عیسےٰ ابن مریم کی عزت نہیں کرتا۔ اور ان پر بےباکی سے زبان طعن دراز کرتا ہے۔ میرا ایمان ہے۔ کہ وہ ایک رات بھی زندہ نہیں رہ سکتا۔ اور خدا تعالیٰ اسے جلد پکڑ لیتا ہے"

دوران گفتگو میں ایک مولوی صاحب جو میرے نزدیک ہی بیٹھے تھے۔ درشت کلامی سے مجھے مخاطب ہو کر کہنے لگے۔ کیا مرزا صاحب نے نورالقرآن میں حضرت مسیح کی نانیوں۔ دادیوں کو زانی نہیں لکھا۔ اگر نہ لکھا ہو۔ تو ہم جھوٹے۔ ورنہ آپ کا مسیح جھوٹا سب جھوٹے دیجئے جواب؟

مولوی صاحب کے بےجا جوش و خروش نے کمرہ میں غیر معمولی حرکت پیدا کر دی۔ اور تمام لوگ زیادہ توجہ سے گفتگو سننے لگے۔

خاکسار۔ مولوی صاحب! کیا آپ ان الفاظ کو جو آپ نے بیان کئے ہیں۔ الزام کہتے ہیں؟ اگر الزام ہے تو آپ الزام کی تعریف فرمائیے۔

مولوی۔ الزام اس فعل کو کہتے ہیں جو انسان کی طرف منسوب کیا جائے۔ مگر اس کا کوئی ثبوت عقلاً و نقلاً نہ ہو۔ اور محض دشمنی کے طور پر کسی کو بدنام اور رسوا کرنے کے لئے ایسا کیا گیا ہو۔

احمدی۔ اگر مرزا صاحب نے یہ عبارت تحریر فرمائی ہے۔ اور اس کا کوئی حوالہ نہیں دیا۔ تو جو فتویٰ آپ دیں منظور ہے۔ اور اگر آپ نے عیسائیوں کے مسلمات کی بنا پر ان کے بالمقابل تحریر کیا ہو۔ تو پھر آپ کو کوئی اعتراض ہے؟

مولوی۔ نہیں۔ پھر تو عیسائیت خود ذمہ وار ہے۔ نقل کفر کفر نباشد والا معاملہ ہوگا۔ مگر پھر سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ مرزا صاحب کو اس کی کیا ضرورت تھی۔ کہ خواہ مخواہ ایسی فحش تحریرات کو کتابوں میں تحریر کرتے؟

احمدی۔ آپ جانتے ہونگے۔ کہ گذشتہ زمانہ میں جس کو آج نصف صدی گذرنے کو آئی ہے عیسائیوں کی طرف سے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر شدید حملے کئے گئے۔ امہات المومنین اور ینابیع اسلام۔ تحریف قرآن جیسی گندی کتابیں شائع کی گئیں۔ ان مختلف کتابوں میں جہاں اور بہت سے فرسودہ اعتراض کئے گئے مثلاً مردوں کو زندہ کرنا۔ مصیبت کے وقت مسیح کو خدا کا آسمان پر بلانا مسیح کا عالم الغیب ہونا۔ کلمۃ اللہ و روح اللہ بن باپ پیدائش۔ بچپن میں باتیں کرنا۔ یہ سب امور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف بروئے قرآن مسیح کی افضلیت کے لئے پیش کئے جاتے تھے۔ وہاں ان دو اعتراضوں کو نہایت شد و مد سے پیش کیا جاتا تھا۔ اور یہ اعتراضات نسبی و حسبی شرافت کی وجہ سے تھے۔

(اول) اعتراض یہ کیا جاتا تھا۔ کہ خاندانی لحاظ سے ہی خداوند یسوع مسیح محمدؐ صاحب (صلے اللہ علیہ وسلم) سے افضل ہیں۔ کیونکہ محمدؐ صاحب کے آباؤ اجداد کی نسل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس فرزند سے چلی جو لونڈی کے بطن سے تھا۔ اور حضرت مسیح آزاد عورت کی نسل سے تھے۔ یعنی حضرت اسحٰق کی نسل سے۔ پس یہ نسلی امتیاز بھی حضرت مسیح کی فوقیت کو ثابت کرتا ہے۔ آزاد اور غلام کا مقام مدح ایک نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے محمدؐ صاحب کو قرآن کے ذریعے بتلایا۔ کہ غلام اور آزاد مساوی حقوق نہیں رکھ سکتے۔ جیسے مالک اور غلام کے حقوق مساوی نہیں ہو سکتے۔

(دوسرا) اعتراض جو اسی بیان کردہ اعتراض کی ہی ایک کڑی ہے۔ یہ کیا جاتا تھا۔ کہ حضرت مسیح کے خاندان کی شرافت اور بزرگی کو قرآن میں بیان کیا گیا ہے۔ ان کی والدہ کو صدیقہ کا خطاب دیا گیا۔ اور بدفطرت یہودیوں کے اعتراضات کو رد کر کے مسیح کی پیدائش کو آیات اللہ قرار دیتے ہوئے اپنا مقرب بنایا۔ لیکن برخلاف اس کے نہ تو محمد صاحب (صلے اللہ علیہ وسلم) کے خاندان کا ہی ذکر قرآن میں کیا۔ اور نہ ہی ان کی والدہ کی عصمت کو بیان کیا۔ اس لئے ثابت ہوا۔ خدا تعالیٰ کے بیان کردہ اصولوں کے ماتحت یہ فوقیت بھی حضرت مسیح کو حاصل ہوئی۔ عیسائیوں پادریوں نے یہ جال اس دانائی سے بچھایا۔ کہ مسلمان اس جال میں اُلجھ کر رہ گئے۔ یہ اپنے پرانے خیالات کی وجہ سے مجبور تھے۔ کہ خیالات کو ترک کر دیتے۔ آخر کار مسلم مناظرین کثیر التعداد میں جن میں۔ مولوی رجب علی مولوی عماد الدین۔ عبداللہ آتھم۔ سلطان محمد پال۔ پادری احمد شاہ وغیرہم شامل تھے۔ مرتد ہو کر عیسائیت کی آغوش میں چلے گئے۔ اور یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ اسلام برائے نام رہ گیا تھا۔ ایسے نازک وقت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدسؑ کو مبعوث کیا۔ اور آپؑ نے خدائی ہتھیاروں سے مسلح ہو کر عیسائیت کے قلعے کو اس طرح پاش پاش کیا کہ پادری اپنا منہ لے کر رہ گئے۔ اور جو لوگ عیسائیت کے قریب تھے۔ یک لخت پلٹا کھا کر واپس آ گئے۔ آپ نے عیسائیوں کے پہلے سوال کا جواب عیسائیوں کے مسلمات سے ہی پیش کیا۔ کیونکہ عیسائی اپنی کتب کو

قرآن سے افضل اور عالمگیر مانتے تھے۔ پہلے اعتراض کا جواب آپ نے اپنی مختلف کتب میں تحریر فرمایا ہے جس کو میں آپ حضرات کے سامنے اپنے الفاظ میں بیان کرتا ہوں۔

عیسائی پادریوں کو مخاطب کر کے فرمایا اگر تمہارا یہ اصول ٹھیک اور درست ہے۔ کہ اگر کسی کے آباؤ اجداد کسی گذشتہ زمانہ میں (گو ان کو سینکڑوں صدیاں گذر چکی ہوں) غلام رہے ہوں۔ تو ان کی غلامی کا اثر تا قیامت آنے والی نسل پر پڑ سکتا ہے۔ اور وہ قوم ان حقوق سے محروم کر دی جاتی ہے کہ جو ایک آزاد قوم کو حاصل ہوتے ہیں۔ تو پھر بتاؤ کیا حضرت یوسف اور وہ یہودی قبائل جن کو بخت نصر نے اپنا غلام بنایا۔ بنی اسرائیل کے وہ بارہ قبائل جن کو فرعون نے غلام بنائے رکھا۔ اور انہی قبائل میں سے حضرت مسیح بھی پیدا ہوئے۔ جو سینکڑوں برس تک غلامی کی زنجیروں میں جکڑے گئے۔ پھر کیوں تم ہمارے آقائے نامدار پر غلامی کا داغ لگاتے ہو۔ اور مسیح کو اس سے بری قرار دیتے ہو۔ حالانکہ یہ بات سراسر غلط ہے۔ کہ حضرت ہاجرہ لونڈی تھیں بلکہ وہ ایک بادشاہ کی بیٹی تھیں۔ جن کو حضرت ابراہیمؑ کی زوجیت میں دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا۔ کہ کسی زمانہ میں عیسائیوں کی طرف سے یہ سوال مسلمانوں پر ہوگا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی قوم کو جو بارہ قبائل پر مشتمل تھی۔ فرعون کی غلامی میں ایسا جکڑا۔ کہ ان کی زندگی کو دنیا میں دوبھر بنا دیا گیا۔ اور کئی سو سال پہلے عیسائیوں کے لئے ایک نظیر قائم کر دی۔ یہ ایک جواب تھا۔ جو آپ نے تاریخی طور پر عیسائیوں کے سامنے پیش کیا۔ پادری اس جواب کی تاب نہ لائے۔ اور بے باکانہ طور پر گستاخی میں بڑھنے لگے۔ یہاں تک کہ عبداللہ آتھم نے اندرونہ بائیبل میں حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو زانی لکھا۔ (نعوذ باللہ من ذالک) جب عیسائیوں نے بے باکی کے ساتھ حملے شروع کئے تو پھر آپ نے ان کے مقابل پر دوسرا جواب شائع فرمایا۔ جو پہلے اعتراض کا ہی جواب تھا۔

آپ نے فرمایا۔ اے پادریو کیا تمہیں اتنی بھی عقل نہیں۔ کہ ہر ایک انسان جو بھی دنیا میں پیدا ہوا ہے۔ اپنے ہتھیاروں سے لڑنا زیادہ پسند کرتا ہے۔ بہ نسبت ان ہتھیاروں کے جو مانگ کر کسی سے لائے۔ اور دوسرے کے پاس وہی جاتا ہے۔ جس کے اپنے ہتھیار کند ہوں۔ یا بالکل خالی ہاتھ ہو۔ اے عیسائیو اگر تمہیں شوق تھا۔ کہ مسیح کی خاندانی شرافت ہمارے نبی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) سے برتر ثابت کی جائے۔ تو ذرا اپنی کتب الہامی پر ایک نظر ڈال لی ہوتی۔ کیا وجہ ہے کہ تم اپنے یسوع کی خاندانی برتری اناجیل اور بائیبل سے ثابت نہیں کر سکتے۔ سنو میں تمہیں بتاتا ہوں۔ بائیبل سے تم ہرگز مسیح کی خاندانی شرافت و نیکی ثابت نہیں کر سکتے کیونکہ بائیبل میں مسیح کی نانیوں۔ دادیوں کو زناکار قرار دیتی ہے۔ اور پھر اسی خون مقدس سے آپ کے یسوع پیدا ہوئے۔ کیا تمہیں ایسے حالات میں شرم نہیں آتی۔ کہ یسوع کا خاندان رسول عربی صلے اللہ علیہ وسلم سے برتر و افضل ہے۔ کیا تمہارے پاس اس کا کوئی جواب ہے۔ اگر ہے تو آؤ مرد میدان بن کر نکلو۔ اور پیش کرو۔ تا معلوم ہو جائے خدا تمہاری کس حد تک مدد کرتا ہے۔

مولوی۔ یہ کس طرح معلوم ہو۔ کہ یہ عورتیں جنہوں نے زناکاری کی مسیح کی نانیاں۔ دادیاں تھیں (بقول عیسائیاں اور بروئے اناجیل مروجہ)

احمدی۔ یہ تین پاک مستورات ہیں جن کا ذکر بائیبل میں ہے۔ ان تین عورتوں کے نام مسیح کے اس نسب نامہ میں درج ہیں۔ جو یسوع مسیح کا نسب نامہ کے عنوان سے والدہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے (پہلی) عورت جس کا ذکر یسوع کے نسب نامہ ہے (راحاب) دوسری اتامار یا تمر اس بنت سبع زوجہ اوریاہ۔ یہ نسب نامہ جس میں ان عورتوں کا ذکر ہے متی کے پہلے صفحہ پر درج ہے۔

مولوی۔ مگر یہ کس طرح معلوم ہوا۔ کہ انہوں نے زنا کیا۔ اس کا حوالہ بھی دیجئے۔

احمدی۔ (۱) راحاب فاحشہ تھی یشوع باب ۲ آیت ۲ (۲) تامار نے اپنے خسر سے زنا کیا۔ (پیدائش $\frac{۳۸}{۱۶-۱۹}$) (۳) بنت سبع اوریاہ نے حضرت داؤد سے زنا کیا۔

مولوی۔ کیوں پادری صاحب یہ ٹھیک ہے کہ مسیح اسی نسل سے پیدا ہوئے؟

پادری۔ ٹھیک ہے۔ مگر آباؤ اجداد کی بُرائی یا نیکی کا اثر آئندہ اولاد پر کیا پڑ سکتا ہے اولاد اگر نیک عمل کرے۔ تو والدین کی بُرائی اولاد یا نسل پر کوئی اثر نہیں ڈال سکتی۔

تمام لوگ۔ قہقہہ۔

احمدی۔ بس پادری صاحب خدا نے آپ کے مُنہ سے خود کہلوا دیا۔ کہ آباؤ اجداد کی بُرائی اولاد کے افضل ہونے یا نہ ہونے پر اثر انداز نہیں ہو سکتی۔ تو پھر کیا اُن جاہل پادر کا یہ اعتراض درست تھا۔ کہ سیدہ ہاجرہ کا لونڈی ہونا رسول عربی کے افضل ہونے کے لئے روک ہو سکتا ہے۔ پس جس طرح آپ نے مجبور ہو کر یہی جواب دیا۔ کہ مسیح کی نانیوں دادیوں کا بدکار ہونا مسیح پر اثر انداز نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ان کا یہ فعل مسیح کے افضل ہونے میں روک۔ تو پھر یہی معیار ہمارے لئے کیوں نہیں سمجھ لیا جاتا۔

مولوی۔ میری تو تسلی ہو گئی ہے۔ خدا مرزا صاحب کو جزائے خیر دے۔ واقعی آپ نے بے نظیر قربانی اسلام کے لئے کی۔ اصل میں ہم لوگ سننے کی تکلیف گوارا نہیں کرتے۔ ممکن ہے۔ خدا ہمیں بھی راہ ہدایت پر لگا دے۔ قرآن کا ارشاد بالکل بجا ہے کہ جو سنتا نہیں ہدایت نہیں پا سکتا۔ لگے ہاتھ دوسرے اعتراض کا جواب بھی ارشاد فرمائیے۔

احمدی۔ اس اعتراض کا جواب آپ نے نہایت وضاحت سے دیا۔ فرمایا۔ عیسائیو فخر نہ

کردہ۔ کہ قرآن میں مسیح کے خاندان کا ذکر ہے۔ اور رسول عربی صلے اللہ علیہ وسلم کا نہیں۔ قرآن تو ایک گواہ ہے جس میں خدا کا کلام درج ہے۔ چونکہ مریم صدیقہ پر اہل یہود نے پیدائش مسیح پر سنگین الزام لگائے۔ تو اللہ تعالیٰ نے پیدائش مسیح کو غیر مشتبہ کرنے کے لئے رسول عربی کی زبان سے اعلان کرایا۔ کہ مریم صدیقہ تھی جس نے اپنے پردوں کو محفوظ رکھا۔ اور پاکیزگی اختیار کی۔ محض قدرت کاملہ سے حاملہ ہوئی تھی۔ اور ہم نے اس کو اپنی قدرت کا ایک نشان بنایا۔ لیکن محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر چونکہ کوئی الزام نہ تھا۔ اور نہ آپ کی پیدائش مشتبہ نگاہوں سے دیکھی گئی۔ اور نہ ہی آپ کے خاندان اور والدین پر الزامات لگائے گئے۔ قرآن کو کیا ضرورت تھی۔ کہ بغیر ضرورت کے کسی واقعہ کا ذکر کرتا۔ قرآن کا ذکر نہ کرنا اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ کا خاندان نہایت پاکیزہ سیرت رکھنے والا تھا۔ اور آپ کے والدین نہایت راستباز تھے۔ مریم صدیقہ کو یہودیوں نے مجرم ٹھہرایا۔ قرآن نے فیصلہ مریم صدیقہ کے حق میں کیا۔ مگر یہاں تو اپنے بیگانے سب جانتے ہیں۔ کہ آپ حضرت عبداللہ کے فرزند سیدہ آمنہ کے بطن سے ہیں۔ کسی کی تردید یا تصدیق کی ضرورت کیا ہے۔ جب عدالت میں مقدمہ جاتا ہی نہیں۔ مجسٹریٹ فیصلہ کیا کرے گا۔ فیصلہ اسی کا ہوگا۔ جس کو مجرم ٹھہرایا جائے گا۔ خواہ وہ مجرم حقیقی ہو یا جعلی طور پر۔

مولوی۔ (پادری سے مخاطب ہو کر) آپ بھی کچھ فرمائیں۔

پادری۔ ہم خاموش ہی اچھے ہیں۔ آپ کوئی اور اعتراض کریں۔ احمدی دراصل لاعلاج ہیں۔ ان کو ہماری بات اثر نہیں کرتی۔ ان کی بات ہمیں اثر ضرور کر جاتی ہے۔

احمدی۔ آپ خود سوچ لیں۔ کہ کیا بات ہے جب حق آپ کے پاس ہے ہی نہیں تو اثر خاک ہو۔ خدا تعالیٰ نے ہم میں اپنا نبی نازل کیا۔ اور پھر دوبارہ ہمارے جلے ایمانوں کی روئیدگی پھوٹ نکلی۔ ہم دعا کرتے ہیں۔ یہ فضل اس کا ہمیشہ ہمارے شامل حال رہے۔

مولوی۔ میرے دل میں بعض اعتراضات ہیں۔ جن کی وجہ سے میں سلسلہ احمدیہ میں داخل نہیں ہو سکتا۔ کیا آپ ان کا ازالہ فرمائیں گے؟

احمدی۔ خدا مجھے ضرور توفیق دے گا۔ کہ میں آپ کے سوالوں کا جواب دے سکوں۔

اثنائے گفتگو میں گاڑی ریلوے اسٹیشن وزیر آباد پر پہنچی۔ اس وقت ہم تینوں ہمسفر مسافر خانہ میں چلے گئے۔ کیونکہ گاڑی چلنے میں ابھی کافی وقت تھا۔ بعض دوست جو راستے ہی میں واقف ہوئے تھے مختلف جہات کو روانہ ہوگئے۔ آخر ۸½ بجے گاڑی وزیر آباد سے گجرات کو روانہ ہوئی۔ اور ہم تینوں ایک ڈبہ میں بیٹھ گئے۔ اس وقت میں نے تعجب سے پادری صاحب سے پوچھا۔ کہ عبداللہ کہاں ہیں۔ پادری صاحب نے فرمایا۔ وہ منصور والی اسٹیشن پر اتر گیا ہے۔ کیونکہ اُسے ایک ضروری کام تھا۔ اور آپ اس وقت گفتگو میں شروع تھے۔ آخرکار مولوی صاحب نے عام اعتراضات کا سلسلہ شروع کر دیا۔ جو عموماً جاہل لوگ اپنی کم فہمی یا عدم علمی کی وجہ سے کرتے ہیں۔ (باقی پھر)

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا صبر دشمنوں کے مقابل پر

وہ عظیم الشان ہستی جو کہ تمام دنیا کیلئے مجسمہ رحمت بن کر اس دنیا میں وجود پذیر ہوئی تھی۔ یعنی حضرت سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلے اللہ علیہ وسلم۔ آپ کی زندگی کے شعبہ جات مختلف اور متعدد ہیں سے صرف ایک شعبہ کو لینا چاہتا ہوں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس خدا تعالیٰ کا پیغام دنیا کی اصلاح کے متعلق اس وقت آیا۔ جبکہ آپؐ کی عمر چالیس برس کی تھی۔

جس قدر آپ کی خواہش اعلائے کلمۃ اللہ کی طرف تھی۔ وہ دنیا سے پوشیدہ نہیں۔ چنانچہ خدا تعالے اس کا اظہار ان الفاظ میں فرماتا ہے لعلّک باخعٌ نفسک الا یکونوا مؤمنین۔ پس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جس مقصد عظیم کے لئے کھڑے ہوئے تھے۔ اور جس میں اپنی جان تک کی آپ کو پرواہ نہ تھی۔ وہ یہ تھا۔ کہ تمام دنیا صرف خدا پرست بن جاوے۔ سو جہاں ایک طرف ہم کو آپؐ کی انتہائی کوششیں اور ان تھک محنتیں تبلیغ حق کے متعلق دکھائی دیتی ہیں۔ وہاں دوسری طرف یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حق کے دشمنوں نے اس نیک مقصد کے راستہ میں روڑے اٹکائے۔ تیرہ سو برس تک آپؐ اور آپؐ کے صحابہ کرام مکہ میں مشرکین اور دشمنان حق کے ہاتھوں طرح طرح کی تکالیف میں مبتلا کئے گئے۔ آپ کے مکان میں نجاست پھینکی جاتی۔ نماز پڑھتے وقت جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ سجدے کی حالت میں تھے۔ کہ آپؐ پر اونٹ کی بوجھاڑ پھینکی گئی۔ آپؐ طائف بستی سے دو میل تک لہولہان دوڑتے آئے۔ اور آپؐ کو ایک شخص کے باغیچہ میں پناہ لینی پڑی۔ آپؐ کے اصحاب کو بھی مختلف قسم کی تکالیف میں مبتلا کیا گیا۔ حضرت بلالؓ کو دوپہر کے وقت گرم گرم جلتی ہوئی ریت پر گھسیٹا جاتا۔ بعض کو دو اونٹوں سے باندھ کر ان کو مختلف جہات میں چلا کر چروا دیا گیا۔ غرضیکہ کوئی ظلم وستم ایسا نہ تھا۔ جو آپؐ پر اور آپؐ کے صحابہؓ پر روا نہ رکھا گیا ہو۔ یہاں تک کہ حضور علیہ السلام پر اور آپؐ کے صحابہ کرام پر ظلم ڈھائے گئے۔ کہ آخر آپؐ کو اور آپؐ کا

ساتھ دینے والوں کو ایک گھاٹی میں تین سال تک محصور رکھا گیا۔ اور آپؐ کے ساتھ اور آپؐ کے متبعین کے لین دین وغیرہ کا مکمل بائیکاٹ کیا گیا۔ اور زمین آپؐ پر تنگ کر دی گئی۔ اور آپؐ کے ماننے والے اپنے مکانات۔ جائداد اور وطنوں سے بے وطن کئے گئے۔

پھر مدینہ میں جا کر آپ کو مختلف اقوام کا سامنا کرنا پڑا۔ مدینہ کے یہودیوں۔ عیسائیوں اور مشرکین مکہ سے پالا پڑا۔ اور ادھر روم اور ایران کے ممالک زبردست قوموں والے تھے۔ گویا کہ آپؐ کا مقابلہ دنیا سے تھا۔ آپ اور آپؐ کے صحابہ ستائے گئے اور دکھ دیئے گئے۔ لیکن ایمان اور صبر کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ آپ کو مختلف اقوام سے جنگیں بھی کرنی پڑیں۔ انہیں بھی آپؐ نے بے نظیر نمونہ اور استقلال دکھایا کہ انسان دنگ رہ جاتا ہے۔ ایک گمنام انسان مکہ جیسی بستی سے اکیلا دنیا کے بالمقابل اٹھتا اور آخر پھر وہ فتحیاب ہو جاتا۔ لیکن یہ سب کچھ آپؐ کے اور آپؐ کے متبعین کے صبر اور استقلال کا نتیجہ تھا۔

اللہ اللہ رسول کریمؐ کی فطرت کیسی پاک اور مطہر تھی کہ دکھ پر دکھ اور تکالیف پر تکالیف پہنچ رہی ہیں۔ سب ساتھیوں کو حکم دے دیتا ہے۔ کہ جاؤ جس جگہ امن ہو چلے جاؤ۔ لیکن خود اپنی جگہ سے نہیں ہلتا۔ اور باوجود مخالفت کے اس بات کا منتظر ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی حکم آوے۔ تو میں اس کو اختیار کروں۔ کیا کوئی انسان ایسی ہمت کر سکتا ہے۔ کیا کوئی انسان ہے جو کہ خدا کی طرف ایسا متوجہ ہو کہ ایسے خطرناک مصائب کے وقتوں میں بھی جب جان بالکل خطرے میں ہو اور دشمنوں کی مخالفت کو بھی برداشت کرتا جاوے۔ اور جس وقت تک خدا کی طرف سے کوئی حکم نافذ نہ ہو اپنی جگہ کو نہ چھوڑتا ہو۔

اللہ اللہ کیا ایمان کیسا یقین ہے اور کیا پاک تعلق ہے۔ اے زمین اور آسمان کے خدا اور اے دو جہانوں کے مالک تو ہزار ہزار رحمتیں اور برکتیں ہمارے پاک محمد مصطفٰے نبی کریم صلعم سب نبیوں کے سردار پر نازل فرما۔ آمین: (خاکسار خان صالح احمد)

ضبط تولید واصلاح النسل

(۲)

فاروق کی گذشتہ اشاعت میں زیر عنوان "مذہب اور ضبط تولید" جو قابل قدر مضمون رسالہ "ہمدرد صحت دہلی" سے نقل کیا گیا تھا۔ اس مضمون کا یہ دوسرا نمبر ہے۔ جو ناظرین فاروق کی دلچسپی کے لئے ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ (ایڈیٹر)

مضمون نگار صاحب فرماتے ہیں:۔ کہ

میں نے گذشتہ مضمون میں بیان کیا تھا۔ کہ تجرد۔ رہبانیت۔ پرہیزگاری۔ پاکدامنی عصمت وعفت تمام مذہبی اصطلاحات ہیں۔ جن کی غرض وغایت یہ ہے کہ عورت و مرد مذہبی قیود کے باہر مجامعت جنسی سے مجتنب رہیں۔

(۱) **تجرد:۔** تجرد و رہبانیت کے الفاظ مردوں کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں۔ اور پاکدامنی اور عصمت عورتوں کے لئے تجرد و رہبانیت کی حالت میں مرد جنسی مجامعت سے پرہیز کرتا ہے۔ اس لئے یہ حالتیں مانع توالد و تناسل ہیں۔ تجرد و رہبانیت اگرچہ بذات خود ذی حیات کے لئے مضر ہیں۔ لیکن یہ جوان انسان کے لئے ایک غیر فطری فعل ہے۔ اور اس کا مضر اثر ان قوموں اور مذاہب کے مجموعی توالد و تناسل پر بھی ظاہر ہونے لگتا ہے۔ جو ان قواعد کے زیادہ پابند ہوں۔ مثلاً بدھ مذہب کے زوال کا ایک باعث رہبانیت کی زندگی تھی۔ جو اس کے افراد میں غایت درجہ کو پہنچ چکی تھی۔ اور جس نے بدھ مذہب کے بہترین افراد کی اولاد کو منقطع کر دیا۔

اسی طرح عیسائی مذہب کے راہبوں نے بھی ملک و قوم کو ایک گونہ نقصان پہنچایا۔

رہبانیت اور تجرد کی زندگی جوانی کے بالکل منافی ہے۔ اور اس پر عمل پیرا ہونا چونکہ فطرت کے بالکل خلاف تھا۔ اس لئے منو نے نہایت عقلمندی کے ساتھ برہمنوں کو ہدایت کی کہ وہ جوانی کے بعد سنیاسی روپ دھاریں۔ اور رہبانیت کی زندگی بسر کریں۔ گویا ہندومت میں رہبانیت تو موجود تھی مگر اس میں انسانی فطرت کے مطابق کچھ تصرف کر لیا گیا تھا

تجرد و رہبانیت کو مذہب خواہ کسی نظر سے دیکھے۔ لیکن اسلام اور تمدن نے تجرد کی زندگی کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھا۔ اور لوگ جانتے ہیں۔ کہ زاہد پاکیزہ سرشت اور عابد شب بیدار کی داخلی زندگی کس قدر مکروہ اور معصیت پرور ہے۔ چنانچہ اس ظاہری زہد و تقویٰ کے پس پردہ آج بھی ایسی حیا سوز مثالیں خانقاہوں کے حجروں۔ پیران گم کردہ راہ کی مسندوں اور مندروں کے تاریک اور خفیہ تہ خانوں میں مل سکتی ہیں ؎

نماز بے حضور از من نمی آید نمی آید
دلے آوردہ ام ایں دل ازیں کافر چہ می خواہی

ایسے زاہدوں کی نسبت عمر خیام کہتا ہے

گر مے نخوری طعنہ مزن مستاں را
گر دست دہد توبہ کنم یزداں را
تو فخر بدیں کنی کہ من مے نخورم
صد کار کنی کہ مے غلام است آں را

(۴) **عصمت** :- پاکدامنی اور عصمت عورت کا قیمتی زیور ہے۔ اور یہی وہ صفت ہے جس پر مرد عورت کے لئے جان تک قربان کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے ؎

دل و دیں باختم نہ دیں پیش داکنوں جاں فدا کردم
محبت راہمیں یک دام برمن بود واکردم

باعصمت اور باعفت عورت گھر کی ملکہ ہے۔ جس کی عزت بڑھاپے تک قائم رہتی ہے۔ اور اس احترام میں آوارہ اور عصمت فروش عورت کا کوئی حصہ نہیں۔ بلکہ وہ بل نحن محرم و مون کی منہ بولتی تصویر ہوتی ہے ؎

محبت کیلئے دل ڈھونڈ کوئی ٹوٹنے والا
یہ وہ مے ہے جسے رکھتے ہیں نازک آبگینوں میں

کسی شاعر نے عورت کے اخلاق کے متعلق ایک عمدہ نظم لکھی ہے۔ جو ناظرین کی ضیافت طبع کے لئے درج ذیل کی جاتی ہے :-

نظم

یاد رکھ اے دخت حوا جس سے تیرا راج ہے
وہ ترا شوہر ترا والی ترا سرتاج ہے
وہ نگہباں ہے ترا محفوظ تیری جان ہے
اور تیری جان پر سو جان سے قربان ہے
جھیلتا ہے آفتیں وہ تیری روزی کے لئے
سر بکف رہتا ہے تیری کفش دوزی کیلئے
بستر راحت پہ تو جس وقت مست خواب ہے
وہ مشقت کے سمندر میں تہ گرداب ہے
چھیڑتا ہے وہ جزیروں کو مگر تیرے لئے
کھود کر ہیروں کو لاتا ہے اگر تیری لئے
محو محنت ہے سدا سرما میں تابستان میں
آندھیوں میں زلزلوں میں برفشاں طوفان میں
بلبل شوریدہ سر ہے گل کھلانے کے لئے
کوہ کن بنتا ہے جوئے شیر لانے کے لئے
کچھ نہیں ایثار کا اس کو بدل مطلوب ہے
اِک فقط تیری محبت اور وفا مرغوب ہے
یاد رکھو بیوی گر شہرۂ آفاق ہو!
آپ کے سر سے یہ فرض شوہری بیباک ہو
جیسے خدمت شاہ کی بہر رعیت فرض ہے
طاعت شوہر تمہارے واسطے اک فرض ہے
باغیوں کیواسطے جیسے سزائے دار ہے
بیوفا ناری سزاوار سزائے نار ہے
شرم کی جا ہے اگر عورت عداوت کیش ہو
اور عورت کی زباں مثل سناں دل ریش ہو
مہر کی امید میں ظاہر ہوں دل آزاریاں
اور پھولوں کے عوض منہ سے جھڑیں چنگاریاں
مرد سے افضل ہوں میں کہہ کر یہ شعلہ بار ہو
اس فضیلت کے لئے ہر دم سر پیکار ہو
چھوڑ دو جنگ فضیلت دلربائی کے لئے
موم دل ہو شمع رو صلح و صفائی کیلئے

غرض مذہب نے عورت کو پاکدامنی اور عصمت کی تعلیم دی اور اس کے لئے پردہ کے احکام وضع کئے تاکہ نہ مرد عورت ایک دوسرے کو آزادی کے ساتھ دیکھیں۔ نہ ان کے دلوں میں جنسی جذبات موجزن ہوں۔ اور اس طرح سے جنسی تعلقات پر کڑی قیود عاید کر دیں

پردہ :- پردہ کی رسم تمدنی دنیا میں ہمیشہ سے رائج رہی ہے۔ اور قدیم اقوام کے اندر بھی مرد و عورت کا آزادانہ خلا و ملا ممنوع تھا

مندرجہ بالا مذہبی اصطلاحات کے علاوہ بعض مذاہب نے ضبط تولید کے لئے ازدواج بیوگان کو ممنوع قرار دیا۔ بعض نے ستی (عورت کا زندہ جلانا) دختر کشی اور انسانی قربانی جیسی بے رحم رسوم کو جائز بنایا۔ پھر بعض مذاہب نے غلامی کو روا رکھا اور نسل انسانی کو مال مویشیوں کی طرح فروخت کرنے کی اجازت دی۔ چنانچہ نر بچوں کو بغرض فروخت اختہ کر دیا جاتا تھا۔ اور عورتوں کو کنیزیں بنا کر ان سے خلط ملط کو جائز سمجھا جاتا تھا۔ یہ تمام افعال خواہ کسی مذہب و ملت سے متعلق ہوں۔ نہایت ہی بھیانک اور خوفناک تھے۔ جنہیں موجودہ تمدن نے ناجائز قرار دیکر انسانی نسل کا معیار بلند کر دیا۔ گویا تمدن کو اس جدت میں مذہب پر فتح حاصل ہوئی۔

غلامی کی رسم ایک لعنت تھی جسے موجودہ تمدن نے یکسر مٹایا۔ قرآن کریم کی تعلیم سے پتہ چلتا ہے۔ کہ اسلام نے غلامی کو پسند نہیں کیا۔ میں نے کسی کتاب میں مدت ہوئی ایک واقعہ پڑھا تھا جس کا اثر آج تک میرے قلب پر ہے ؎

کجا برم خلشے راکہ در دل است ہنوز

لکھا تھا کہ مسلمان سوداگروں کا ایک قافلہ شام میں وارد ہوا۔ ان سوداگروں کے پاس کئی خوبصورت نوعمر لڑکے برائے فروخت موجود تھے۔ وہ ان لڑکوں کو لے کر ایک عیسائی جراح کے پاس گئے۔ اور اس سے کہا کہ انہیں اختہ کر دے۔ تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ قیمت پر انہیں بادشاہ کے پاس فروخت کر سکیں۔ اس پر اس عیسائی جراح نے انکار کیا۔ اور کہا کہ انجیل میں لڑکوں کو اختہ کرنے کا حکم کہیں نہیں۔ اس پر انہوں نے شہر کے

قاضی کے پاس شکایت کی۔ قاضی خلاف توقع کو خدا ترس آدمی تھا۔ اس نے کہا کہ ہاں قرآن بھی اس کی اجازت نہیں دیتا۔

غرض مذہب کی آڑ لیکر حضرت انسان نے اپنے ہمجنسوں پر اس قدر ظلم ڈھائے ہیں۔ کہ پناہ بخدا ؎

گلہ ہا داشتم از دل بزبانم نرسید
مہر و بے مہری و عیاری و یاری از تست

پادری اور مسئلہ ضبط تولید

یورپ کے عیسائی پادریوں نے ضبط تولید کی سخت مخالفت کی ہے۔ اور اس فعل کو بے دینی۔ بدعت۔ کفر اور حرام کاری کے مترادف قرار دیا ہے۔

غرض پادریوں نے اس تحریک کی نہایت شد و مد کے ساتھ مخالفت کی۔ مگر یہ تحریک باوجود اس مخالفت کے روبہ ترقی ہے۔ وجہ یہ کہ یورپ کی بہت سی تمدنی اور معاشرتی عجوبہ کاریوں اور خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہاں عورت کو ایسی آزادی حاصل ہے اور وہ گھر کو چھوڑ کر اپنے لئے ایسا دائرہ عمل اختیار کر چکی ہے۔ جو اس کی فطرت کے اعتبار سے نیز اس کی جسمانی اور ذہنی کیفیت کے لحاظ سے اس کے لئے بالکل نامناسب اور غیر موزوں ہے۔ چنانچہ وہ گھروں کو ویران کرکے دفتروں۔ ہوٹلوں۔ سیر گاہوں۔ سینماؤں تھیٹروں اور پبلک مقامات کو آباد کر رہی ہے۔ اور اس کا یہ طرز عمل نہایت افسوسناک صورت حالات پر منتج ہو رہا ہے۔ مغربی ممالک عورت کی اس بے جا آزادی کے باعث سخت مشکلات سے دوچار ہیں اور ان کے مردوں کی اہلی زندگیاں تباہ اور معاشرتی حالت برباد ہو رہی ہے ؎

بہ آدم زن بہ شیطاں طوق لعنت
سپردند از رہِ تکریم و تذلیل!
ولیکن در اسیری طوق آدم
گراں نہ آمد از طوق عزازیل!

مذہبی لوگوں کی آواز چونکہ بے اثر ثابت ہوئی تھی۔ اس لئے جرمنی کے ڈکٹیٹر ہر ہٹلر نے اس خطرہ کو محسوس کرتے ہوئے حکم دے دیا ہے کہ عورتیں دفاتر کی زندگی چھوڑ کر گھروں کی زندگی اختیار کریں۔ اور اس حکم کے ماتحت بے شمار عورتوں کو برخاست کر کے گھروں میں بھیج دیا گیا۔ حال میں ہر ہٹلر نے عورتوں کو پھر ان کے فرائض کی طرف توجہ دلائی ہے۔ چنانچہ ۱۲ ستمبر ۳۶ء نازی عورتوں کی جماعت میں تقریر کرتے ہوئے اس نے کہا:۔

”ہم نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ ہم فوج میں عورتوں کا کوئی دستہ نہیں رکھیں گے۔ وہ عورت جو بچوں کی اعلےٰ تربیت کرتی ہے وہ گویا نسل کے قیام و بہبودی کی محافظ ہے۔ اور ہم اسے یونیورسٹی کی اعلےٰ تعلیم یافتہ عورت سے بدرجہا بہتر سمجھتے ہیں“

یہ ایک حقیقت ہے۔ جس کا ہٹلر نے اپنی تقریر میں اظہار کیا۔ عورت کا سب سے بڑا فرض اولاد کی تربیت ہے۔ اور اولاد کی تربیت وہ پوری طرح اسی صورت میں کر سکتی ہے۔ کہ جب وہ گھر کو اپنے فکر و عمل کا مرکز بنائے۔ اور عورت کے لئے حصول تعلیم کا مقصد بھی یہی ہے۔ کہ وہ اپنی آئندہ زندگی میں اپنی اولاد کی اعلےٰ رنگ میں تربیت کر سکے۔

چند روز ہوئے ہمارے وائسرائے کی اہلیہ محترمہ نے ایک گرلز اسکول میں لیکچر دیتے ہوئے فرمایا کہ لڑکی کی زندگی گھر کے کام کاج کے لئے مخصوص ہے۔ اس لئے لڑکیوں کو چاہیئے کہ وہ عمدہ کھانا پکانا۔ اچھے کپڑے سینا اور دیگر گھریلو کاموں کو عمدہ اور سلیقہ سے کرنا سیکھیں۔

غرض ان خیالات سے ظاہر ہے کہ عورت کی حد سے زیادہ آزادی اور خودسری کو انسانی فطرت دھکے دے رہی ہے۔ چنانچہ جو عورت صرف آزاد رہنے کے لئے ضبط تولید کی خواہش مند ہے۔ یا جو صرف بچہ جننے کی تکلیف سے بچنے کے لئے اس مکروہ حرکت پر عامل ہے۔ وہ یقیناً عورت کہلانے کی مستحق نہیں ایسی عورت ملک و قوم کی دشمن ہے۔ اور یقیناً حرام کار اور بے حیا ہے ۔ (ہمدرد صحت)

ایک مفید ماہوار رسالہ

تعلیم الدین کے نام سے ایک ماہوار رسالہ قادیان سے مولانا اللہ دتا صاحب جالندھری کی زیر نگرانی جاری ہوا ہے۔ جس میں جناب ناظر صاحب تعلیم و تربیت کا لکھا ہوا ترجمہ قرآن کریم اسباق کے رنگ میں شائع ہو رہا ہے اور مولوی غلام احمد صاحب مجاہد مولوی فاضل مبلغ سلسلہ کا لکھا ہوا ترجمہ حدیث شریف مع ضروری تشریح اور مولانا غلام رسول صاحب فاضل راجیکی کا ترجمہ کتب عربی حضرت مسیح موعودؑ اور مولانا محمد اسمٰعیل صاحب فاضل پروفیسر جامعہ احمدیہ کا تحریر کردہ ترجمہ در ثمین فارسی اور اسکے علاوہ حضرت مسیح موعودؑ و حضرت خلیفہ اول رضؓ و حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کے فرمودہ فتوے اور عربی صرف و نحو بطرز اسباق وغیرہ مضامین بھی مسلسل بالاقساط شائع کئے جا رہے ہیں۔ اس رسالہ کے مطالعہ سے ہر ایک معمولی اردو دان خاطر خواہ فائدہ اٹھا سکتا ہے اور بلا مدد استاد گھر بیٹھے قرآن و حدیث و عربی صرف و نحو و در ثمین فارسی پڑھ سکتا ہے ہمارے خیال میں یہ رسالہ طبقہ کے ہر مردوں اور عورتوں اور بچوں اور طالبعلموں کیلئے بہت مفید ثابت ہوگا۔ چندہ سالانہ بالکل کم یعنی صرف ڈیڑھ روپیہ ہے۔ نمونہ کا پرچہ ایک کارڈ لکھ کر

مینجر رسالہ تعلیم الدین احمدیہ بازار قادیان سے مفت منگوالیں

والسلام!

ثنائی مشن

ہمارا یوم التبلیغ اور مولوی ثناء اللہ کی جعل سازی

(۱)

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے اخبار اہلحدیث ۲۳ اکتوبر ۱۹۳۶ء میں "قادیان میں جعلسازی" کے عنوان سے ایک مضمون لکھا ہے۔ جس میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے الفضل ۱۱ اگست ۳۶ء کے مضمون کو جس میں آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تاریخ پیدائش ۱۸۳۵ء بتائی ہے جعلسازی سے تعبیر کیا ہے۔ جیسا کہ وہ لکھتے ہیں۔ کہ مرزا صاحب نے کتاب البریہ میں اپنی تاریخ پیدائش ۱۸۳۹ء لکھی ہے۔ اور حکیم نور الدین رضؓ نے کتاب نور الدین میں اسی تاریخ کو درج کیا ہے۔ لیکن اس کے برخلاف اب اس کو ۱۸۳۵ء بنایا جاتا ہے۔ یہ جعلسازی بلکہ دھوکہ بازی بلکہ آیندہ نسلوں سے فریب کاری ہے۔ (ملخص از اہلحدیث مذکورہ ص۵) مولوی ثناء اللہ صاحب کا ایسا اعتراض کرنا اور پھر اس قدر بدزبانی کرنا ان کی پرانی عادت ہے۔ بقول عبد العزیز صاحب سکرٹری جمعیۃ مرکزیہ اہلحدیث ہند "ارباب بصیرت اس چیز کو اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ کہ جب کسی شخص کی قوت دلائل کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اور عقل و فہم کا کام تمام ہو جاتا ہے۔ تب وہ ذاتی حملوں اور گالی گلوچ پر اتر آتا ہے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب اب مجبور ہیں۔ سوائے اس کے اور کیا کریں۔"

(فتنہ ثنائیہ ص۳)

اگر غور سے دیکھا جائے۔ تو مولوی صاحب کا یہ اعتراض نہ صرف یہ کہ لغو ہے۔ بلکہ ان کی کم فہمی پر دال ہے۔ کیونکہ (اول) جب حضرت میاں صاحب نے اس تاریخ پیدائش کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اقوال اور تحریروں سے ثابت کیا ہے۔ تو پھر اس کو جعلسازی کہنا انصاف کا خون کرنا ہے (دوم) یہ کہ اگر وہ مضمون قابل رد تھا۔ تو اس کا رد لکھا جاتا۔ نہ یہ کہ ایسا ناپاک حملہ کر کے اپنی فطرت بد کا ثبوت دیا جاتا۔ (سوم) یہ کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی عمر کے متعلق ایک فیصلہ کن اصل بیان فرمایا ہے۔ کہ "عمر کا اصل اندازہ تو خداتعالیٰ کو معلوم ہے" (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۱۹۳)

اس تحریر کی موجودگی میں حضرت کی تحریرات سے جس قدر بھی پیدائش کی تاریخیں نکل سکیں۔ وہ نکالی جاسکتی ہیں۔ پھر جو قرائن کے لحاظ سے یقینی ثابت ہو۔ ہمارے لئے وہی یقینی ہوگی۔ جیسا کہ حضرت میاں صاحب نے تحریر فرمایا ہے۔ کہ

"میں نے اس معاملہ میں کئی جہت سے غور کیا ہے اور اپنے اندازوں کو سیرۃ المہدی کے مختلف حصوں میں بیان کیا ہے۔ ..... مگر ابھی تک کوئی معین تاریخ معلوم نہیں کی جاسکتی تھی۔ لیکن اب بعض حوالے اور بعض روایات ایسی ملی ہیں۔ جن سے یقینی طور پر معین تاریخ کا پتہ لگ گیا ہے۔ جو بروز جمعہ ۱۴ شوال ۱۲۵۰ ہجری مطابق ۱۳ فروری ۱۸۳۵ء عیسوی مطابق یکم پھاگن سمت ۱۸۹۱ بکرمی ہے۔ پھر اس کا آپ ثبوت تحریر فرماتے ہیں۔ کہ "(۱) حضرت مسیح موعودؑ نے..... لکھا ہے..... کہ میری پیدائش جمعہ کے دن چاند کی چودہویں تاریخ کو ہوئی تھی۔" (تحفہ گولڑویہ بار اول")

(۲) مفتی محمد صادق صاحب کی ایک روایت ہے۔ جو ان کے پاس لکھی ہوئی محفوظ ہے۔ کہ "حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک دفعہ فرمایا تھا۔ کہ ہندی مہینوں کے لحاظ سے میری پیدائش پھاگن کے مہینہ میں ہوئی تھی"۔ اس بنا پر جب جنتری میں دیکھا جائے۔ تو جمعہ کا دن چاند کی چودہویں تاریخ اور پھاگن کا مہینہ ۱۴ شوال ۱۲۵۰ ہجری سمت ۱۸۹۱ مطابق ۱۳ فروری ۱۸۳۵ء کو بنتا ہے۔ اور اس کی تائید حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اپنی دوسری تحریرات سے بھی ہوتی ہے مثلاً یہ کہ آپ ٹھیک ۱۲۹۰ ہجری میں شرف مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہوئے تھے (حقیقۃ الوحی ص۱۹۹) اور اس وقت آپ کی عمر چالیس سال کی تھی۔

(تریاق القلوب ص۶۸)

اس کا نتیجہ نکالتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "صحیح یہی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیدائش ۱۸۳۵ء میں ہوئی تھی۔ پس ۱۳ فروری ۱۸۳۵ء مطابق ۱۴ شوال ۱۲۵۰ھ بروز جمعہ والی تاریخ صحیح قرار پاتی ہے اور اس حساب کی رو سے وفات کے وقت جو ۲۴ ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ (اخبار الحکم ضمیمہ مؤرخہ ۲۸ مئی ۱۹۰۸ء) میں ہوئی۔ آپؑ کی عمر ۷۵ سال چھ ماہ اور دس دن بنتی ہے"۔ (الفضل ۱۱ اگست ۱۹۳۶ء ص۳) اب قارئین کرام ہی غور فرمائیں۔ کہ مذکورہ بالا تحریر میں کونسی جعلسازی ہے جو مولوی ثناء اللہ صاحب کو نظر آئی ہے۔ سچ ہے ومن نعمرہ ننکسہ فی الخلق ہی کا تقاضا ہے ورنہ جعلسازی وغیرہ کوئی بھی نہیں۔

(۲)

اس ضمن میں مولوی صاحب نے ایک یہ بھی اعتراض کیا ہے۔ کہ "مرزا صاحب کا الہامی اعلان ہے۔ کہ میری عمر ۷۵ سال اور پچاسی سال کے درمیان ہوگی"۔ مگر اس تاریخ پیدائش نکالنے سے پھر بھی پوری نہیں ہوئی۔ بلکہ "مرزا صاحب کی کل عمر تہتر سال ہوتی ہے جو پچھتر سال کی نسبت دو سال کم ہے"۔ (اہلحدیث مذکورہ ص۵) یہ اعتراض کرتے وقت معلوم ہوتا ہے کہ مولوی صاحب سخت غصہ کی حالت میں تھے۔ جس کی وجہ سے ان کے ہوش و حواس غالباً ٹھکانے نہیں تھے۔ ورنہ ایسا اعتراض کوئی شخص نہیں کر سکتا۔ جس کے ہوش و حواس بجا ہوں۔ کیونکہ (اول) تو حضرت میاں صاحب نے خود ہی تحریر فرما دیا تھا۔ کہ اس حساب سے وفات کے وقت جو ۲۴ ربیع الثانی ۱۳۲۶ ہجری ..... میں ہوئی آپؑ کی عمر ۷۵ سال چھ ۶ ماہ او

دس دن بنتی ہے۔" اگر اسی کو دیکھ لیتے۔ تو ایسا اعتراض کرکے اپنی پردہ دری نہ کرواتے۔ اور (دوم) یہ کہ اگر ان کی سمجھ سے یہ بالا تھا۔ کہ ۷۵ برس چھ ماہ دس دن کسی صورت میں نہیں بن سکتے۔ تو کسی حساب دان لڑکے سے ہی دریافت کر لیتے۔ اگر اس میں وہ ہتک محسوس کرتے ہوں۔ تو لیجئے ہم سمجھا دیتے ہیں۔ دیکھئے مولوی صاحب حضور کی پیدائش ۱۴ شوال ۱۲۵۰ھ کو ہوئی۔ ۵۱ سے ۶۰ تک (۱۰) سال ۶۱ سے ۷۰ تک (۱۰) ۷۱ سے ۸۰ تک (۱۰) ۸۱ سے ۹۰ تک (۱۰) ۹۱ سے ۱۰۰ تک (۱۰) کل پانچ دہاکے پچاس ہوئے۔ اب ۲۴ ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ کو وفات ہوئی۔ تو ۲۵ برس یہ جمع کریں ۵۰ + ۲۵ = ۷۵ آگے چلئے ۱۴ شوال ۱۲۵۰ھ سے محرم ۱۲۵۱ھ تک ۲ ماہ ۱۶ دن اور محرم (کیونکہ عربی سال اسی مہینہ سے شروع ہوتا ہے ۱۳۲۶ھ سے ۲۴ ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ تک تین ماہ چوبیس دن ۲ ماہ ۱۶ دن + ۳ ماہ ۲۴ دن = چھ ماہ دس دن کل عمر ۷۵ برس چھ ماہ دس دن ہوئی۔ جو الہامی اعلان کے بالکل مطابق ہیں۔ وھو المقصود۔ اس قدر آسان اور سہل طریق پر سمجھا دینے کے باوجود بھی اگر مولوی صاحب نہ سمجھیں تو پھر ان سے خدا سمجھے۔ اس کے باوجود مولوی صاحب اور ان کے دھوکہ خوردہ مقلدین کے مزید اطمینان کے لئے بعض اور حوالجات دیئے جاتے ہیں۔

(۱) حضرت اقدس فرماتے ہیں "میری طرف سے ۲۳ اگست ۱۹۰۳ء کو ڈوئی کے مقابل پر انگریزی میں یہ اشتہار شائع ہوا تھا جس میں یہ فقرہ ہے کہ میں عمر میں ستر برس کے قریب ہوں" حاشیہ تتمہ حقیقۃ الوحی ص۷) گویا حضرت کی عمر ۲۳ اگست ۱۹۰۳ء کو ستر برس کی تھی۔ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو حضور کی وفات ہوئی تو شمسی حساب سے تقریباً ۷۵ برس بنتی ہے۔ اور قمری حساب سے ۷۷ برس کے قریب۔

(۲) حضرت اقدسؑ اعجاز احمدی میں فرماتے ہیں۔ "مجھے دکھلاؤ۔ کہ آتھم کہاں ہے۔ اس کی عمر تو میری عمر کے برابر تھی۔ یعنے ۶۴ سال کے۔" (اعجاز احمدی ص۳)

اس جگہ حضورؑ نے آتھم کی عمر اپنے برابر بتائی ہے اور آتھم ۲۷ جولائی ۱۸۹۶ء میں بمقام فیروزپور فوت ہوا۔ (انجام آتھم ص۱) نتیجہ یہ نکلا کہ ۱۸۹۶ء میں حضور کی عمر ۶۴ سال تھی۔ اور اس کے بارہ سال بعد ۱۹۰۸ء میں حضورؑ کا وصال ہوا۔ تو ۶۴ + ۱۲ = ۷۶ برس ہوگئے۔ وھو المراد۔

(۳) اور لطف یہ ہے۔ کہ اس بارے میں مولوی ثناءاللہ صاحب ہماری تائید کر چکے ہیں۔ اور جو نتیجہ عمر کا ہم نے اس حوالے سے نکالا ہے اسی حوالے سے مولوی صاحب نے بھی نکالا ہے۔ جیسا کہ وہ لکھتے ہیں۔ "آتھم کہاں ہے۔ اس کی عمر تو میری عمر کے برابر تھی یعنے قریب ۶۴ سال کے (ص۳) اس عبارت سے پایا جاتا ہے۔ کہ عبداللہ آتھم کی موت کے وقت مرزا صاحبؒ کی عمر ۶۴ سال کی تھی۔ آؤ ہم یہ تحقیق کریں۔ کہ آتھم کب مرا.... مرزا صاحب رسالہ انجام آتھم ص۱ پر لکھتے ہیں۔ (چونکہ عبداللہ آتھم صاحب ۲۷ جولائی ۱۸۹۶ء کو بمقام فیروزپور فوت ہوگئے) اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے (مگر اب نہیں ہوتا عمر کا تقاضا ہے۔ مبشر) کہ ۱۸۹۶ء میں مرزا صاحب کی عمر ۶۴ سال کے قریب تھی۔ بہت خوب آئیے اب یہ معلوم کریں۔ کہ آج ۱۹۰۸ء میں ۱۹۹۶ء کو گذرے ہوئے.... گیارہ سال ہوتے ہیں بہت اچھا ۶۴ کے ساتھ گیارہ کو ملانے سے ۷۵ سال ہوتے ہیں۔ تو ثابت ہوا کہ مرزا صاحب کی عمر آج کل ۷۵ سال ہے۔ (مرقع قادیانی بابت فروری ۱۹۰۸ء ص۱۲) (۴) مولوی ثناءاللہ صاحب کی ایک اور شہادت "مرزا صاحب کہہ چکے ہیں۔ کہ میری موت عنقریب اسی سال کے کچھ نیچے اوپر ہے۔ جس کے سب زینے غالباً آپ طے کر چکے ہیں" (اہلحدیث ۳ مئی ۱۹۰۷ء)

(۵) "جو شخص ۷۰ برس سے متجاوز ہو جیسے خود بدولت (مرزا صاحب) ہی ہیں" (تفسیر ثنائی مطبوعہ ۱۸۹۹ء حاشیہ ص۱۴ طبع دوم ص۹) گویا ۱۸۹۹ء میں حضرت کی عمر ستر سال سے زیادہ تھی ۱۹۰۸ء یعنے نو سال بعد آپ فوت ہوئے۔ تو اس حساب سے حضرت کی عمر ۷۰ + ۹ = ۷۹ بنتی ہے۔ لیجئے صاحبان مولوی صاحب تو ۷۵ برس کو روتے ہیں۔ یہاں خود وہ ۷۹ برس کا اقرار کرتے ہیں ؎ ببیں تفاوت راہ از کجا است تا بکجا۔

(۶) مولوی ثناءاللہ صاحب کے روحانی باپ مولوی محمد حسین بٹالوی کی شہادت "۶۳ برس کا تو وہ ہو چکا ہے" (اشاعۃ السنہ ۱۸۹۳ء۔) اس کے بعد حضرت اقدس علیہ السلام ۱۴ برس زندہ رہے تو ۶۳ × ۱۴ = ۷۷ سال ہوئے۔ اگر مولوی صاحب اپنے روحانی باپ کی شہادت ہی نہ مانیں تو سخت ناخلف ثابت ہونگے۔

(۷) ان تمام شہادتوں سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی شہادت ہے۔ کیونکہ جس خدا کے علم کے سپرد حضرت اقدسؑ نے اپنی عمر کا اندازہ کیا تھا۔ اور جس خدا نے ہی عمر کے متعلق اعلان کیا تھا اسی خدا نے فرمایا وہ مقدر اعلان پورا ہو چکا "جاؤ وقتک۔ قرب اجلک المقدر (الہام) (الوصیت ص۲) یعنے تیرا وقت آچکا اور تیری اجل مقدر قریب آگئی۔ جس طرح الہام نے عمر کے متعلق اعلان کیا تھا کہ اتنی ہوگی اسیطرح الہام ہی نے اسکے پورا ہونیکا اعلان کیا۔

"سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا"

ان تمام مذکورہ بالا حوالجات کی موجودگی میں جبکہ حضرت اقدسؑ کی تحریرات سے آپکی عمر اور مولوی ثناءاللہ صاحب کے اپنے اقرار سے ہی اور انکے روحانی باپکے اقرار اور پھر خود الٰہی شہادت سے ہی الہامی اندازہ کے مطابق ثابت ہے۔ تو پھر اس پر اعتراض کرتے چلے جانا ہٹ دھرمی۔ ڈھٹائی اور بقول سکرٹری جمعیۃ اہلحدیث مولوی صاحب کی عقل و فہم کا خاتمہ نہیں تو اور کیا ہے۔ پس ہماری تو یہی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو عقل دے۔ عقل میں سمجھ دے۔ اور سمجھ کو کام میں لانے کی توفیق عطاء فرمائے تاکہ وہ خدا کے برگزیدہ کی صداقت پر ایمان لاکر فلاح حاصل کریں۔ آمین۔

وَاٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ
رب العالمین

(خاکسار۔ عبدالرحمٰن مبشر مولوی فاضل جامعہ احمدیہ)

پیغامی مشن

منکرین نبوت مسیح موعودؑ کی حواس باختگی!

اخبار پیغام لاہور میں ایک سلسلہ مضامین "قادیانی نبوت کے قصر میں تنزلزل" کے عنوان سے شائع ہو رہا ہے۔ عنوان مضمون سے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ مضمون نگار نے اہل پیغام کے سابقہ دلائل مات کرکے اپنے پاس سے نئے دلائل انقطاع نبوت پہ پیش کئے ہیں۔ جن سے گویا قادیانی نبوت کے قصر میں تزلزل واقع ہو گیا ہے۔ مگر مضمون پڑھنے سے معلوم ہوا کہ جو دلائل اہل پیغام شروع سے پیش کرتے چلے آئے ہیں۔ ان سے سرمو بھی تجاوز نہیں کیا گیا۔ اور بعینہٖ وہی دلائل ذرا نئے پیرائے میں دہرا دیئے گئے ہیں۔ جو اہل پیغام کئی بار پیش کر چکے ہیں۔

ہمیں اہل پیغام کے ایسے متکبرانہ دعاوی پر حیرت آتی ہے۔ آخران دعاوی کا جن سے فرعونیت ٹپکتی ہے۔ کیا مطلب جس عظیم الشان قصر کو مولوی محمد علی صاحب اور پیغامی مشن کے دیگر بڑے بڑے حامی باوجود اپنی غیر متناہی کوششوں کے متزلزل نہ کر سکے۔ آج یہ شخص مولوی محمد علی صاحب کا متبع ہو کر قصر نبوت کے متزلزل کرنے کا دعویٰ کر رہا ہے۔

"ایاز قدر خود بشناس" ایسے ہی لوگوں کے لئے کہا گیا ہے۔ پس اہل پیغام ان متکبرانہ دعاوی سے احتراز کریں۔ ورنہ خدا کا وعید انی مهين من اراد اهانتك ایسے ہی لوگوں کے لئے موجود ہے۔

مضمون نگار نے اپنی تمام تر کوشش حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو صرف مجدد و محدث ثابت کرنے میں صرف کی ہے۔ چنانچہ لکھتا ہے۔

"حضرت صاحب کا حقیقی دعوے تو منصب تجدید پر سرفراز ہونے کا تھا۔ اور مسیح ہونا تو مصلحت زمانہ کے لحاظ سے تھا"

بے شک حضرت صاحب کا دعوے منصب تجدید پر سرفراز ہونے کا تھا۔ مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ آپؑ کا اور کوئی دعویٰ نہیں۔ آپ نے جہاں مجددیت کا د[illegible] وہاں مسیحت۔ مہدویت اور نبوت کا دعویٰ بھی کیا جیسا کہ آپ کی کتب سے بالصراحت ثابت ہوتا ہے۔ اور موافق و مخالف اسے جانتے ہیں۔ نامہ نگار کے بیان کے مطابق حضرت صاحب کا مسیح ہونا مصلحت زمانہ کے لحاظ سے تھا۔ تو نبی ہونا بھی تو مصلحت زمانہ کے لحاظ سے تھا۔ پس زمانہ ایک نبی کی بعثت کا متقاضی تھا۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے ایک نبی مصلحت زمانہ کے لحاظ سے بھیج دیا۔ اگر اہل پیغام حضرت صاحب کو مسیح مانتے ہیں۔ تو آپ کو نبی بھی ماننا پڑے گا۔ کیونکہ زمانہ دونوں کا متقاضی تھا۔

پھر حضرت صاحب کی چند عبارات نقل کرکے لکھتا ہے۔

"مذکورہ بالا عبارات سے واضح ہو جاتا ہے۔ کہ آپ بھی پہلے مجددین میں سے ایک تھے۔ اور آپ کا دعویٰ بھی مثل مجددین سابقہ تھا"

بے شک حضرت صاحب اوائل میں جبکہ آپ نبی کی تعریف یہ خیال فرماتے تھے۔ کہ نبی وہ ہوتا ہے جو نئی شریعت لائے۔ یا بعض حکم منسوخ کرے۔ یا بلا واسطہ نبی ہو۔ اپنے آپ کو مثل مجددین سابقہ سمجھتے تھے۔ اور جب نبی کا لفظ اپنے الہامات میں دیکھتے۔ تو اس کے یہ معنے کر لیتے کہ ہر محدث و مجدد ایک رنگ میں جزئی نبی ہوتا ہوگا۔ اسی لئے مجھے نبی کہا جاتا ہے۔ اور اسے صوفیوں کی معمولی اصطلاح قرار دیتے تھے۔ اور اسی وجہ سے اس درجہ میں سب پہلے بزرگوں کو شامل خیال کرتے تھے۔ لیکن بعد میں آپ نے معلوم کیا کہ نبی کے لئے ضروری نہیں کہ وہ شریعت جدیدہ لائے۔ یا بعض پچھلے حکم منسوخ کرے۔ یا بلا واسطہ نبوت پائے۔ بلکہ اس کے لئے اور شرائط ہیں۔ جو آپ میں دعویٰ مسیحیت کے وقت سے پائی جاتی ہیں۔ اس لئے آپ نے اپنے آپ کو نبی کہنا شروع کر دیا۔ اور اپنے سے پہلے سب بزرگوں کو اپنے درجہ سے علیحدہ کر دیا۔ اور صاف لکھ دیا کہ وہ میری نبوت میں شریک نہیں۔ جیسا کہ آپ فرماتے ہیں۔

"جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور اقطاب اس امت میں سے گزر چکے ہیں۔ ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا۔ اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں"۔ اسی طرح فرماتے ہیں"

"اگر دوسرے صلحاء جو مجھ سے پہلے گزر چکے ہیں۔ وہ بھی اسی قدر مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ اور امور غیبیہ سے حصہ پا لیتے تو وہ نبی کہلانے کے مستحق ہو جاتے۔ تو اس صورت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی میں ایک رخنہ واقع ہو جاتا اس لئے خدا تعالیٰ کی مصلحت نے ان بزرگوں کو اس نعمت کو پورے طور پر پانے سے روک دیا تا جیسا کہ

احادیث صحیحہ میں آیا ہے۔ کہ ایسا شخص ایک ہی ہوگا۔ وہ پیشگوئی پوری ہو جائے۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱)

غرضیکہ جب تک آپ اپنے درجہ کو محدثوں کا درجہ سمجھتے تھے۔ جن الفاظ میں آپؑ کو یاد کیا جاتا ان میں پہلے بزرگوں کو بھی شامل کر لیتے۔ لیکن جب نبی کی حقیقی تعریف کا علم ہوا۔ تو آپؑ نے جان لیا کہ وہ لوگ میرے مقام تک نہیں پہنچے۔ اور میں محدث نہیں۔ بلکہ نبی ہوں۔ اس لئے آپ کو کہنا پڑا۔ کہ پہلے بزرگ مرتبہ نبوت میں میرے شریک نہ تھے۔ پس حضرت صاحب کے اس صریح بیان کے باوجود یہ کہتے چلے جانا کہ آپ بھی پہلے مجددین میں سے ایک تھے۔ اور آپ کا دعویٰ بھی مثل مجددین سابقہ تھا۔ صریح بے انصافی نہیں تو اور کیا ہے۔

آگے چل کر مضمون نگار صاحب لکھتے ہیں۔

"اگر نبوت کا باب مسدود نہ ہوتا۔ تو تمام مجدد یقیناً نبی ہوتے۔"

حالانکہ یہ بات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیانات کے بالکل خلاف ہے۔ پس ان کو حضور کے یہ الفاظ یاد رکھنے چاہئیں۔ "کہ ان (پہلے بزرگوں) کو یہ کثیر حصہ اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ اور یہ کہ دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں۔" اور جب کہ وہ لوگ اس نام کے مستحق ہی نہیں۔ تو پھر اس کے کیا معنے۔ کہ "اگر نبوت کا باب مسدود نہ ہوتا۔ تو تمام مجدد یقیناً نبی ہوتے۔" اہل پیغام بتائیں۔ کہ اگر وہ نبی تھے تو وہ اس نام کے مستحق کیوں نہیں؟

پھر مضمون نگار صاحب آگے لکھتے ہیں۔

"خوبی کی بات تو یہ ہے۔ کہ جس پر یہ الفاظ نازل ہوتے ہیں۔ وہ تو ان کی تاویل کرتا ہے۔ اور ان کی تشریح فرماتا ہے۔ اور مدعی سست گواہ چست کے مصداق قادیانی مرغ کی ایک ٹانگ ہانکے چلے جاتے ہیں۔ کہ نہیں حضرت صاحب کو خدا نے نبی کہا ہے۔ اس لئے ضرور ویسے ہی نبی تھے۔ جیسے انبیاء سابقہ جن کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے۔"

ناظرین اہل پیغام کے اس نامہ نگار کی تہذیب و شرافت پر حیران نہ ہوں۔ کیونکہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان کی تہذیب کا جنازہ نکل چکا ہے۔

نامہ نگار صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نبی ماننے کا عقیدہ قادیانیوں کا ہی نہیں۔ بلکہ مولوی محمد علی صاحب۔ خواجہ کمال الدین صاحب۔ ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب لاہور۔ مرزا یعقوب بیگ صاحب لاہور۔ خان صاحب مولوی غلام حسن صاحب پشاور وغیرہ ممبران انجمن احمدیہ کا اعلان ملاحظہ کریں۔ جو انہوں نے پیغام صلح میں بڑے طمطراق سے شائع کیا تھا۔

ہم خدا کو شاہد کر کے اعلان کرتے ہیں کہ ہمارا ایمان ہے کہ حضرت میرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے سچے رسول اور اس زمانہ کی ہدایت کے لئے دنیا میں نازل ہوئے اور آپ کی متابعت میں ہی دنیا کی نجات ہے اور ہم اس امر کا اظہار ہر میدان میں کرتے ہیں۔ اور کسی کی خاطر ان عقائد کو بفضلہ تعالےٰ چھوڑ نہیں سکتے۔" (پیغام صلح ۷ ستمبر ۱۳ء)

دوبارہ اعلان ملاحظہ ہو۔

"ہم وہ تمام لوگ جن کا کسی نہ کسی صورت میں اخبار پیغام صلح لاہور کے ساتھ تعلق ہے خدا تعالیٰ کو جو دلوں کے بھید جاننے والا ہے حاضر و ناظر جان کر علی الاعلان کہتے ہیں کہ ہماری نسبت اس قسم کی غلط فہمی پھیلانا محض بہتان ہے۔ ہم حضرت میرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود مہدی معہود کو اس زمانہ کا نبی رسول اور نجات دہندہ مانتے ہیں۔" (پیغام صلح ۱۶ اکتوبر ۱۹۱۳ء)

پس یا تو اہل پیغام اپنے پہلے اعلان کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سچا نبی اور رسول تسلیم کریں۔ ورنہ من ینقلب علیٰ عقبیہ کا مصداق بن کر خدا کے رسول کی پیش کردہ تعلیم و عقائد کے خلاف ارتداد کی راہ اختیار کرنے والے ٹھہریں گے۔ والسلام۔

واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین

(خاکسار۔ غلام احمد فرخ جامعہ)

کمزوروں اور بوڑھوں کیلئے آب حیات ہے

امرت بوٹی ہر قسم کی کمی اور مردانہ کمزوری کے لئے اکسیر اعظم ہے۔ جس کی قدر و قیمت استعمال کرنے کے بعد ہی ہو سکتی ہے۔ دل دھڑکتا ہو۔ خون کی کمی ہو۔ چہرہ کا رنگ زرد اور پژمردہ سا ہو گیا ہو۔ سانس پھولتا ہو۔ جریان کی وجہ سے کمر میں درد رہتا ہو۔ قوت مردانہ پانی کی طرح رقیق اور بہتی ہو۔ احتلام کی کثرت اور سرعت کی بیماری لگ چکی ہو۔ جگر کام نہ کرتا ہو۔ قوت ہاضمہ خراب اور بھوک کے نہ لگنے کی ہر دم شکایت رہتی ہو تو اس اکسیر حیات امرت بوٹی کو حاصل کریں۔ قیمت ۲۱ روزہ معہ امرت رس کے عہ

محافظ دندان

پائیوریا ایک خوفناک مرض ہے۔ طبیب ڈاکٹروں کو ہی معلوم ہے۔ کہ جب یہ مرض بگڑ جاتا ہے۔ تو کس قدر مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس مرض کے جراثیم کو ہلاک کرنے اور صفائی کرنے۔ مسوڑھوں کو مضبوط کرنے کے لئے چار ادویات حاصل کریں۔

پائیرس پوڈر لط ۲۔ پائیرس کریم۔ پائیرسس لوشن۔ جملہ قیمت ہر چہار ادویات کا بکس عہ

ملنے کا پتہ

خاکسار:۔ فقیر احمد خان احمدی حکیم حاذق
جالندھر چھاؤنی پنجاب

(اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام چودھری عطاء اللہ خان مولوی فاضل پرنٹر کے چھپوا کر میر قاسم علی ایڈیٹر و پبلشر نے فاروق منزل قادیان سے شائع کیا)